خدمت کے لئے قیام

روحی انسٹی ٹیوٹ

کتاب ۲

خدمت کے لئے قیام

روحی انسٹی ٹیوٹ

کتاب 2

Copyright © 2009, 2022 by the Ruhi Foundation, Colombia
All rights reserved. Edition 2.1.1.PE published in 2022

Originally published in Spanish as *Levantémonos a servir*
Copyright © 1987, 1996, 2020 by the Ruhi Foundation, Colombia
ISBN 978-958-52941-0-3

Permission for a limited printing of this book in Urdu has been granted to the Bahá'í Publishing Trust of Pakistan by the Ruhi Institute.

Ruhi Institute
Cali, Colombia
Email: instituto@ruhi.org
Website: www.ruhi.org

فہرست

ٹیوٹر کے لئے چند خیالات..v

تبلیغ کی خوشی..3

مسرور کُن اور روح پرور گفتگوئیں.....................................17

تزئیدِ معلومات کے موضوعات.......................................37

ٹیوٹر کے لئے چند خیالات

روحی انسٹی ٹیوٹ کی جانب سے پیش کردہ کورسز کے بنیادی سلسلے کی یہ دوسری کتاب ان صلاحیتوں سے متعلق ہے جو ہمیں بامعنی اور روح پرور گفتگو میں اعانت کرنے کے قابل بناتی ہیں۔ خدمت کا وہ مخصوص عمل جس پر یہ کتاب مرکوز ہے اسے تیسرے یونٹ میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جہاں طاقتور قوتیں سماجی بندھنوں کو توڑ رہی ہیں، دوستوں اور پڑوسیوں کے گھروں میں ملاقاتوں کا عمل جن میں معاشرتی زندگی کے مرکزی موضوعات کی کھوج لگائی جاتی ہے اگر ثقافت کی نمایاں خصوصیت بن جائے تو بڑھتی ہوئی تنہائی کے باعث پیدا ہوئی کچھ بیماریوں کا علاج ہوسکتا ہے۔ یونٹ تجویز کرتا ہے کہ اس طرح سے بننے والے رفاقت کے بندھن متحرک اور ہم آہنگ سماج کی تعمیر کے عمل کو تقویت بخشتے ہیں۔

کسی محلہ یا گاؤں میں گھریلو ملاقاتوں کا ایک پائیدار پروگرام ایک حد تک تنظیم کا مطالبہ کرتا ہے جس میں مخلص اور ذمہ دار دوستوں کے ایک مرکزہ کی شمولیت ہوتی ہے جسے مطلوبہ انتظامی اداروں اور ایجنسیوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ کتاب کے مطالعہ میں کسی گروپ کی رہنمائی کرتے ہوئے ٹیوٹر کو ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ شرکاء کو تیار کیا جارہا ہے کہ وہ اس طرح کی جاری کاوشوں میں شامل ہوں۔ انکے مطالعہ کے عملی جزو کے طور پران کے لئے جن ملاقاتوں کا اہتمام کیا جائے گا انہیں کئی سالوں تک اس کوشش میں حصہ لینے کے عزم کا باعث بننا چاہیئے۔ یہی عزم خدمت کی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔

روحانی اور سماجی اہمیت کے موضوعات کی کھوج کے واضح مقصد کے لئے گھریلو ملاقاتوں کا عمل واضح طور پر کسی سماج کی ثقافت کو مالا مال کرتا ہے۔ اس حوالے سے اتنی ہی اہم وہ کئی غیر رسمی گفتگوئیں ہیں جو گھر، سکول، کام کی جگہ اور مارکیٹ میں ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ صلاحیت بھی خاص توجہ کی مستحق ہے کہ روحانی اصولوں کو روزمرہ کی گفتگو میں وقتاً فوقتاً متعارف کروایا جائے۔ دوسرے یونٹ میں اس صلاحیت کی ترقی پر توجہ مرکوز کی گئی ہے اور اس طرح تیسرے یونٹ میں کئے جانے والے مطالعہ کی لازمی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دوستوں اور ہمسائیوں کے ساتھ ہماری گفتگوئیں مسرور کن اور روح پرور ہوں تو ہمیں انکے ساتھ اپنے روابط کو پُرمسرت بنانے کے قابل ہونا چاہئے۔ پہلے یونٹ ''تبلیغ کی خوشی'' میں اسی موضوع کو مخاطب کیا گیا ہے۔ روحی انسٹیٹیوٹ کی تجویز کردہ خدمت کی تمام سرگرمیوں میں دراصل دوسروں کے ساتھ ملکوتی حکمت کے وہ موتی بانٹنا ہے جو ہم حضرت بہاءاللہ کے ظہور کے سمندر سے دریافت کرتے ہیں۔ پہلے یونٹ کے مطالعہ کا مقصد اس حقیقت کی آگاہی کو اجاگر کرنا ہے کہ یہ عمل بذاتِ خود خوشی کا باعث ہے۔ کئی حصوں میں شرکاء کو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کلامِ الٰہی پر اور اسے دوسروں کے ساتھ شیئر کرنے کی عظیم برکات کے بارے میں تفکّر کریں۔ یونٹ تجویز کرتا ہے کہ اس عمل سے جو خوشی پیدا ہوتی ہے وہ خدمت کی راہ پر چلتے ہوئے ہمارے قدموں کو تیز کردیتی ہے۔ اس کے باوجود کہ ہم اس گہری روحانی سچائی سے مکمل طور پر قائل ہوں، اگر ہم خدمت کے لئے لازمی خصوصیات اور روّیوں پر غور کرنے میں ناکام رہیں تو ہم تبلیغ کی خوشی سے محروم ہوسکتے ہیں۔ یہ خصوصیات اور روّیے سلسلے کی یکے بعد دیگرے کئی کتابوں میں بحث کا موضوع ہوں گے اور یہاں صرف چند کا جائزہ لیا گیا ہے اور اس کا آغاز حصہ 7 میں انقطاع سے ہوتا ہے۔ بہائی تحریروں سے اقتباسات کا ایک مجموعہ اس خوبی پر غور وفکر کی بنیاد تشکیل دیتا ہے، وہ خوبی کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ بیرونی عوامل خدمت کی خوشی کو کم نہ کریں، تو اس سے آراستہ ہونا ناگزیر ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ شرکاء اپنے مطالعہ سے یہ غلط تصور نہ اپنالیں کہ انقطاع کا مطلب لاتعلقی یا لاپرواہی ہے۔ جوں جوں ہم بہتر نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ہمیں اپنی سرگرمیوں کو تیز کرنے اور اپنی خدمات کی افادیت کو بڑھانے کے لئے مسلسل جدوجہد کرنا ہوگا۔ اس کے لئے کوشش اور کاوش کی خصوصیت کی مناسب تفہیم درکار ہے، وہ عنوان ہے جس پر حصہ 8 میں غور کیا گیا ہے۔ پُر امیدی اور شکرگزاری خدمت کی راہ کے لئے دو بنیادی روّیے ہیں اور انہیں اگلے

اور آخری حصے میں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

کتاب کا دوسرا یونٹ ''مسرور کُن اور روح پرور گفتگوئیں'، غیر رسمی گفتگوؤں کی سطح بلند کرنے کی صلاحیت پر توجہ مرکوز کرتا ہے۔ اس کام کے لئے یہ صلاحیت لازمی ہے کہ موقع کی مناسبت سے روحانی اصولوں کو اپنی گفتگوؤں میں شامل کر سکیں۔ یہ مختلف مضامین پر مختصر بیانات کا مجموعہ ہے جس میں اگر چہ عین اقتباسات نہیں ہیں مگر حضرت عبدالبہآء کے بیانات پر مبنی ہیں اور ان میں بہت سارے ایسے الفاظ اور جملے شامل ہیں جو آپ نے استعمال کئے۔ یہ بیانات عالمگیر جذابیت رکھتے ہیں اور تمام پس منظر کے لوگوں کی اُمنگوں اور خدشات کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہ امید کی جاتی ہے کہ بیانات کے مطالعہ سے شرکاء اُس انداز سے جس میں حضرت عبدالبہآء روحانی اصولوں کو بیان فرماتے تھے متاثر ہوں گے اور آپ کی جانب رجوع کرنے کی عادت کو اپنائیں گے جوں جوں وہ حضرت بہآء اللہ کے ظہور کے سمندر میں پائے جانے والے موتی دریافت کرنے، آپ کے والدِ بزرگوار کی تعلیمات کے معنی اور اطلاقات کو سمجھنے اور انہیں دوسروں کے ساتھ فیاضی سے شیئر کرنے کی جدوجہد کریں گے۔

یونٹ کا مقصد حاصل کرنے کے لئے شرکاء کو یہ موقع فراہم کرنا چاہیئے کہ وہ ہر بیان کا متعدد بار مطالعہ کریں، تصورات کی ترتیب کی شناخت کریں اور اس وقت تک اسے پیش کرنے کی مشق کریں جب تک وہ تصورات کو اس طرح منجذب کر لیں کہ انہیں فطری انداز میں بیان کر سکیں۔ آغاز میں کچھ لوگ بنیادی طور پر بیانات کو حفظ کریں گے اور اسی طرح ہی انہیں دھرائیں گے جس طرح یونٹ میں دیا گیا ہے۔ یہ متوقع عمل ہے۔ جیسے جیسے امر میں انکی معلومات گہری ہوتی جائیں گی اور تجربہ میں اضافہ ہوگا تو انہیں وسیع تر مواد اور کثیر الفاظ کے ذخیرہ تک رسائی حاصل ہوگی جس کی جھلک دوسروں کے ساتھ ان کے تعاملات میں ظاہر ہوگی۔ اس مرحلے پر ٹیوٹر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو چیز حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہ دوہری ہے: یعنی تعلیمات کی وضاحت نسبتاً آسانی سے کرنا اور حضرت عبدالبہاء کے نظریہ سے اس کی مطابقت۔

جب گروپ کے اعضاء ہر بیان کے مواد کو پیش کرنا سیکھ جائیں تو وہ ایک اور سرگرمی کی طرف بڑھتے ہیں جس میں ان حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ جن نظریات کا انہوں نے مطالعہ کیا ہے انہیں اپنے خاندانوں، دوستوں اور ہمکاروں کے مسائل سے ہم آہنگ کریں۔ اس ہدف کو پانے کے لئے ان سے کہا جاتا ہے کہ گفتگو میں اٹھائے گئے موضوعات اور سوالات کے بارے میں سوچیں اور فیصلہ کریں کہ ان میں سے کونسی گفتگوؤں میں نظریات کو متعارف کروانے کا امکان موجود ہے۔ چند بیانات میں ایک یا دو مثالیں یہ واضح کرنے کے لئے ذکر کی گئی ہیں کہ حضرت عبدالبہاء کے بیان کردہ روحانی اصول ان امور پر روشنی ڈالتے ہیں جو ہر جگہ کے لوگوں کے لئے باعثِ تشویش ہیں۔ یہ مشق بہتر طور پر باثمر ہوگی اگر کتاب کے مطالعہ کے دوران ٹیوٹر ہر ایک عضو کو بیانات میں سے ایک کا انتخاب کرنے اور ان میں موجود تصورات پر گفتگو کرنے کے لئے چند افراد کو منتخب کرنے میں مدد دے سکے۔ اس طرح شرکاء جب آپس میں ملتے ہیں تو ان کے لئے ایک وقت مختص کیا جا سکتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے سے ان گفتگوؤں کے حرکیات جن میں وہ مصروف ہیں بیان کر سکتے ہیں۔

یونٹ کے ہر بیان کے لئے حضرت بہاءاللہ کی تحریروں سے چند عبارات حفظ کرنے کے لئے شامل کئے گئے ہیں۔ حفظ کرنے پر روحی انسٹیٹیوٹ کا زور دینا جو سلسلے کی پہلی کتاب میں پہلے ہی عیاں تھا اب واضح تر ہو جاتا ہے۔ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اس وقت تک شرکاء اس روحانی غذا سے آگاہ ہیں جو انہیں آثارِ مبارکہ سے اقتباسات کو وقتاً فوقتاً ذہن میں لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اس کتاب میں وہ انسانی دل پر خدا کے کلام کے اثرات پر مزید غور و فکر کریں گے اور تیسرے یونٹ میں دوسرے یونٹ کی طرح وہ آثارِ مبارکہ میں موجود اصولوں اور تصورات کو اپنی باتوں میں پیش کرنا سیکھیں گے اور جب مناسب ہو تو براہِ راست اقتباس کا حوالہ دیں گے۔ تعلیماتِ مبارکہ کی ہو بہو وضاحت کرنا اور انہیں دوسروں کے سامنے خالص شکل میں پیش کرنا، ان صلاحیتوں میں سے ایک ہے جسے ہم سب خدمت کی راہ پر چلتے ہوئے ترقی دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس بنیاد پر دوسرے یونٹ کی ساخت کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اس کام کے آغاز کی بہترین جگہ حضرت عبدالبہآء کی وضاحتوں کا مطالعہ اور انہیں اس انداز میں پیش کرنے کی کوشش کرنا ہے جیسا آپ کرتے تھے۔

جیسا کہ اوپر نشاندہی کی گئی ہے کہ تیسرا یونٹ بعنوان ''تزئید معلومات کے موضوعات'' اس کتاب کے مخصوص خدمت کے عمل پر توجہ مبذول کراتا ہے، یعنی دوستوں اور پڑوسیوں کے گھروں پر ملاقاتیں ایسی گفتگوؤں میں مشغول ہونے کے واضح مقصد سے کرنا جو سماج کی زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ یونٹ میں تین اقسام کی گفتگوؤں کا تصور دیا گیا ہے اور ہر ایک کے لئے مخصوص مواد تجویز کیا گیا ہے۔ پہلی قسم موضوعات کے ایک سلسلے کے گرد گھومتی ہے جسے گاؤں یا محلے کے رہائشیوں کے ساتھ منظم ملاقاتوں کے پروگرام کے ذریعے منکشف کیا جاتا ہے۔ اگرچہ بیان کردہ مواد دلچسپی رکھنے والے سامعین کے ساتھ بہتر انداز میں مختلف طریقوں سے شیئر کیا جاسکتا ہے البتہ موضوعات کا اصل مقصد یہ ہے کہ ایک خاندان کے اعضاء کو امرِ مبارک کے بارے میں اپنے علم کو بڑھانے کا ایک موقع فراہم کیا جائے اور مواد میں یہی مقصد زیادہ متعلقہ نظر آتا ہے۔ پس یونٹ کا زیادہ تر حصہ اس قسم کی گفتگو پر مخصوص ہے۔

تاہم گھریلو ملاقاتوں نے حالیہ برسوں میں نئی وسعتیں حاصل کی ہیں۔ بالخصوص چھوٹے سے چھوٹے جغرافیائی یونٹوں کے طور پر، حتیٰ کہ گاؤں اور شہری محلے کی سطح تک بھی ایسے افراد کی تعداد میں اضافہ دیکھا گیا ہے جو ٹیوٹر، نوجوانوں کے گروپ کے اینی میٹر اور بچوں کی کلاسوں کے معلم کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔ نمایاں طور پر یہ اقدام نہ صرف امراللہ کے بارے میں علم کی ترویج کے مقصد کے لئے ضروری ہے بلکہ یہ نوجوانوں کو روحانی طور پر بااختیار بنانے اور بچوں کی روحانی تعلیم و تربیت کے پروگراموں کی کامیاب تہہ کشائی کے لئے بھی ناگزیر ہے۔ اس میں جو بات واضح ہوگئی وہ یہ ہے کہ اینی میٹروں اور معلمین کو نوجوانوں اور بچوں کے والدین سے ان دو پروگراموں کو تشکیل دینے والے تصورات اور طریقہ ہائے کار پر گفتگو کرنے کے لئے باقاعدہ ملاقاتیں کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے تبادلۂ خیالات دوسری قسم کی گفتگو پر مشتمل ہے جس کو حصہ 14 اور 15 میں جانچا گیا ہے۔ ان حصوں میں شامل مواد اس قدر مفصّل نہیں کیونکہ شرکاء مستقبل کے کورسوں میں ان دو تعلیمی پروگراموں سے زیادہ واقف ہو جائیں گے۔ لیکن اس قسم کی گفتگو کی اہمیت سے ان کا آگاہ ہونا اور بچوں کی کلاسوں کے معلمین اور نوجوانوں کے گروپوں کے اینی میٹروں کے ساتھ والدین سے ملاقاتوں میں انکی ہمراہی کرنا اس ابتدائی مرحلہ پر ان کے لئے بہت سودمند ثابت ہوسکتا ہے۔

یونٹ میں تصور کردہ تیسری قسم کی گفتگو ایک بہت خاص مقصد کو پورا کرتی ہے۔ بہت سے جوان مرد اور خواتین ایسے راستوں کی تلاش کر رہے ہیں جن پر چل کر وہ دنیا کی بہتری میں شرکت کرنے کی اپنی دلی آرزو کا اظہار کرسکیں۔ وہ معاشرے کو تبدیل کرنے کی صلاحیت کے ایک بہت بڑے ذخیرہ کی نمائندگی کرتے ہیں جو نہ صرف منتظر بلکہ بے حد مشتاق ہے کہ اسے استعمال میں لایا جائے۔ ہم عمروں کے درمیان ایسی گفتگو، جس میں وہ جوانی کے عرصے کے منفرد مواقع اور ذمہ داریوں پر اور اس عمر کی تمام تر توانائی اور غیر معمولی صلاحیت پر غور وفکر کرتے ہیں، اکثر و بیشتر خدمت کی جانب ایک گفتگو کی طرف لے جاسکتی ہے اور دنیا بھر میں گاؤں اور محلوں میں ہونے والی فعالیتوں میں دلچسپی اجاگر کرسکتی ہے۔ اس کے نتیجے میں متعدد افراد انسٹیٹیوٹ کورسوں میں شمولیت کی دعوت کا خیر مقدم کرتے ہیں تاکہ بطور بچوں کی کلاس کے معلم اور نوجوانوں کے گروپ کے اینی میٹر ابھرتی نسلوں کو روحانی تعلیم و تربیت فراہم کرنے کی صلاحیت حاصل کرسکیں۔ حصہ 9 اور 10 کچھ ایسے تصورات پیش کرتا ہے جن کا اس قسم کی گفتگو میں انکشاف کیا جاسکتا ہے۔

ان صلاحیتوں کو مستحکم کرنے کے لئے جو افراد کو بامعنی گفتگو شروع کرنے اور برقرار رکھنے کے قابل بناتا ہے بلاشبہ اس یونٹ کو وسیع موضوعات اور متعلقہ مواد تجویز کرنے سے زیادہ آگے جانا ہوگا۔ وضاحت کے ساتھ خیالات پیش کرنے کے علاوہ شرکاء کو مطلوبہ رویوں اور روحانی خوبیوں کو ترقی دینے کی ضرورت ہے۔ یہ روّیے اور خوبیاں اس یونٹ میں بتدریج ظاہر ہوتی ہوئی کہانی کے بیشتر حصے کی بنیاد ہے لیکن حصہ ۴ میں متعلقہ صلاحیتوں کی ترقی کے لئے ان کی اہمیت کو واضح کیا جاتا ہے۔ اس حصے میں شرکاء یہ سوچتے ہیں کہ ملاقات کی تیاری میں ہمارے دل ودماغ کو کس قسم کے احساسات اور خیالات سے پُر ہونا چاہیئے اور حصہ ۵ میں وہ عاجزی وانکساری کی خوبی پر غور وفکر کرتے ہیں۔ ٹیوٹر اس بات کو یقینی بنانا چاہے گا کہ یہ حصے شرکاء کی کافی توجہ حاصل کریں کیونکہ چاہے ہم جتنا بھی علم حاصل کرلیں، چاہے ہم خیالات کو جس قدر بھی اچھی طرح بیان کرسکیں، ہماری گفتگوؤں کی تاثیر کا انحصار ان خوبیوں اور روّیوں پر ہے جو ہماری گفتگوؤں میں نظر آتی ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کتابوں کے اس سلسلے میں بیان کردہ خدمت کے اعمال اگرچہ سماج کی بڑھوتری اور ترقی کے لئے مرکزی ہیں، البتہ سب سے

بڑھ کر یہ ایک ایسے پراسس کے عناصر ہیں جو مطالعہ اور عمل کے ذریعہ انفرادی صلاحیت کو بڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر ٹیوٹر کو سمجھنا چاہیئے کہ یہ اعمال ایک دوسرے پر تعمیر ہوتے ہیں اور ہر کتاب میں پیچیدگی کے لحاظ سے بڑھتے جاتے ہیں۔ خدمت کے ہر عمل کو موثر طریقے سے انجام دینا سیکھنا آگے آنے والے اعمال کی مطلوبہ صلاحیت کے لئے اشد ضروری ہے۔ ایک جاری گفتگو کو برقرار رکھنا جو کسی گھر میں متعدد ملاقاتوں کے دوران کی جائے جیسا کہ اس کتاب میں تجویز کیا گیا ہے، اُس سرگرمی سے واضح طور پر زیادہ توجہ طلب ہے جو کتاب 1 میں تشویق کی گئی ہے یعنی ایک باقاعدہ دعائیہ جلسے کی میزبانی، خواہ اپنے گھر پر ہو یا چند دیگر دوستوں کی شراکت سے ہو۔ اور یہ آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے کہ آنے والے خدمت کے مزید پیچیدہ اقدامات کو کرنے کے لئے یہ لازمی ہوگا کہ شرکاء یہاں مخاطب کی گئی صلاحیتوں کو اپنے اندر ترقی دیں۔

جیسا کہ کتاب 1 کے تعارفی نکات میں ذکر کیا گیا ہے انسٹیٹیوٹ کے کورسوں میں شرکاء دنیا کے مختلف پس منظر سے آتے ہیں اور آغاز میں بہائی تعلیمات سے مختلف درجے کی آشنائی رکھتے ہیں۔ جب وہ اس دوسری کتاب کا آغاز کریں گے تو ان میں سے ہر کوئی یقیناً کورسوں کی کھولی گئی خدمت کی راہ پر گامزن ہو چکا ہوگا۔ لیکن کچھ فرق رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر جوانوں کے معاملے میں جب تک وہ بچوں کی کلاسوں اور نوجوانوں کے تعلیمی پروگراموں سے نہ گزرے ہوں، کتاب میں پیش کردہ بہت سے بیانات اور موضوعات ان کے لئے نئے ہوں گے اور اس کا مطالعہ ان کے لئے امر کے بارے میں اپنے علم کو مزید گہرا کرنے کے لئے ایک ذریعہ کے طور پر کام کرے گا۔ ٹیوٹر کو اس ضمن میں گروپ کے ہر عضو میں افہام و تفہیم کو فروغ دینے کے لئے ضروری لچک اور تخلیقی صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور ساتھ ساتھ اس بات کو یقینی بنانا چاہیئے کہ کورس کے بنیادی مقصد یعنی شرکاء کو بامعنی اور روح پرور گفتگوؤں میں مصروف رہنے کی قابلیت کو حاصل کر لیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ہزاروں مقامات پر جہاں کتاب کو بروئے کار لایا جا رہا ہے وہاں سماج سازی کا عمل، جس میں تینوں یونٹ اعانت کرنے کی کوشش میں ہیں، پیشرفت کے یکساں مقام پر نہیں ہے۔ پس جو کچھ سیکھا جا رہا ہے اسے عملی جامہ پہنانا ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک مختلف شکل اختیار کر سکتا ہے اور یہ مزید اشارہ فراہم کرتا ہے کہ ایک ٹیوٹر کو ان صفحات کے مطالعہ کے دوران ایک گروپ کے ہر عضو کی ضروریات کا جواب دینے کے لئے کس قدر احتیاط اور گہری نظر رکھنی ہوگی۔

تبلیغ کی خوشی

مقصد

یہ سمجھنا کہ تبلیغ کی خوشی دوسروں کے ساتھ
کلامِ الٰہی شئیر کرنے کے عمل میں ہے۔

حصہ 1:

''**خدمت کے لئے قیام**'' روحی انسٹیٹیوٹ کی طرف سے جاری کردہ سلسلے کی دوسری کتاب ہے جو مطالعہ اور عمل کو یکجا کرنے کی جستجو کرتی ہے۔اس کا ہدف خدمت کے اُس میدان میں آپ کو پیشرفت کرنے میں مدد دینا ہے جس میں آپ نے ایک دوہرے مقصد، یعنی اپنی روحانی اور فکری نشوونما اور سماج کی کایا پلٹ میں اپنی اعانت، کو پورا کرنے کی جدوجہد کرتے ہوئے قدم رکھا ہے۔ پہلے کورس میں شمولیت سے آپ یہ جان چکے ہوں گے کہ جس راستے کا ہم حوالہ دے رہے ہیں وہ خدمت کے اعمال کے ایک سلسلے کو وضع کرتا ہے، یعنی وہ اعمال جنہیں ہم انجام دیتے ہوئے اپنی توجہ اُس نئے نظمِ جہانی کے ہدف پر مرکوز رکھتے ہیں جس کا تصور حضرت بہآءاللہ کے آثارِ مبارکہ میں موجود ہے۔ پس جسے ہم ''خدمت کے راستے پر چلنا'' کہتے ہیں وہ آپ کی تعلیمات کو اپنی زندگی اور انسانیت کی زندگی پر لاگو کرنے کی ہماری کوششوں پر مشتمل ہے۔ آپ اپنے ظہور کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''اے میرے بندو! میرے مقدس اور میرے ملکوتی ظہور کو ایسے سمندر سے تشبیہ دی جاسکتی ہے جس کی تہہ میں بے شمار بیش قیمت اور چمکدار موتی پوشیدہ ہیں۔ ہر متلاشی کا یہ فرض ہے کہ وہ جدوجہد کرے اور اس سمندر کے کناروں تک پہنچنے کی سعی کرے تاکہ اپنے شوق جستجو اور کوششوں کے تناسب سے وہ منفعت حاصل کرے جو خدا کی ناقابلِ تنسیخ اور مکنون الواح سے طے کر دی گئی ہے۔'' (1)

اس پہلے یونٹ میں ہماری توجہ اُس خوشی کی جانب مبذول ہوتی ہے جو ہمارے دلوں میں اس وقت بھرتی ہے جب ہم حضرت بہآءاللہ کے ظہور کے سمندر میں پائے جانے والے حکمت کے موتی دریافت کر لیتے ہیں اور دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کتاب 1 کے مطالعہ سے آپ نے پہلے ہی دیکھ لیا ہے کہ آپ کی تحریروں میں پائے جانے والے ملکوتی ہدایت کے موتی کس قدر خوبصورت ہیں۔ آئیں ہم کچھ اور اقتباسات پر غور کریں:

''خدا کا کلام ایک چراغ کی مانند ہے جس کی روشنی یہ کلمات ہیں: تم ایک درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔'' (2)

''انصاف مجھے سب چیزوں سے زیادہ پیارا ہے۔ اگر تو مجھے چاہتا ہے تو اس سے منہ نہ پھیر اور غافل نہ ہو تاکہ تو میرا امین بن سکے۔'' (3)

''اس دور کی ضرورت کے متعلق فکر کرو جس میں تم رہ رہے ہو اور اپنے ذہن کو اس کے تقاضوں اور ضرورتوں پر مرکوز رکھو۔'' (4)

''تمام انسان ایک ہمیشہ ترقی پذیر تہذیب وتمدن کو آگے بڑھانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔'' (5)

''دنیا گزر جاتی ہے اور جو لازوال ہے وہ محبت اللہ ہے۔'' (6)

''تو میرا فانوس ہے اور میرا چراغ تیرے اندر ہے۔ تو اس سے روشن ہو۔ میرے سوا کسی کی طلب نہ کر کیونکہ میں نے تجھے غنی بنایا ہے اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کر دی ہے۔'' (7)

آپ وقت کے ساتھ ان مختصر اقتباسات کو حفظ کرنا چاہیں گے۔

حصہ 2:

اس یونٹ کے مرکزی موضوع پر اپنی فکر وتدبر کا آغاز کرنے کی خاطر پچھلے حصے میں دیئے گئے پہلے اقتباس کو دوبارہ پڑھیں اور مندرجہ ذیل مشق حل کریں:

1۔ درج ذیل جملوں کو مکمل کریں:

الف۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم ________________ اور حضرت بہآءاللہ کے ظہور کے سمندر ________________ تک ________________۔

ب۔ ہمیں حضرت بہآءاللہ کے ظہور کے سمندر کے کناروں تک پہنچنے کی سعی کرنی چاہیئے تاکہ ہم وہ ________________ حاصل کر سکیں جو خدا کی ناقابل تنسیخ اور مکنون الواح سے طے کر دی گئی ہے۔

ج۔ منفعت جو ہم حضرت بہآءاللہ کے ظہور کے سمندر سے حاصل کرتے ہیں وہ ________________ اور ________________ کی تناسب سے ہے۔

2۔ خود ''جدوجہد'' کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ________________

____

3۔ کسی چیز تک ''پہنچنے کی سعی'' کرنے کا کیا مطلب ہے؟ ________________

____

4۔ ہر متلاشی کو کہاں تک پہنچنے کی سعی کرنی چاہیئے؟ ________________

____

5۔ ایک چیز کا دوسرے سے ''تناسب سے'' ہونے کا کیا مطلب ہے؟ ________________

____

6۔ حضرت بہآءاللہ ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم اپنی ان سعی کے تناسب سے آپ کے ظہور کے سمندر سے فوائد حاصل کریں گے۔

الف۔ ان کوششوں کی مثالیں دیں جو ہم ان فوائد (منفعت) کو حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں ________________

____

____

____

ب۔ ہمیں حاصل ہونے والے فوائد (منفعت) کی چند مثالیں دیں________________

حصہ 3:

یہ جانتے ہوئے کہ حضرت بہآء اللہ کا ظہور ایک سمندر کی مانند ہے جس کی گہرائیوں میں ناقابل اندازہ اور قیمتی موتی بکھرے ہوئے ہیں، ہم پوری جدوجہد کرتے ہیں کہ ہم ان فوائد کو حاصل کریں اور اس کے کناروں تک پہنچنے میں دوسروں کی مدد کریں۔ لیکن ہم اپنے آپ سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس سمندر کے ساحل ہم سے کتنی دور ہیں؟ حضرت بہآء اللہ اعلان فرماتے ہیں:

''اے میرے بندو! خدائے واحد و برحق میرا گواہ ہے! یہ بحرِ اعظم، بحرِ ذخار اور بحرِ مواج تمہارے نزدیک ہے، حیرت انگیز حد تک نزدیک۔ دیکھو! یہ تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے! اگر تم چاہو تو پلک جھپکنے میں تم اس صمدانی فیض، سبحانی فضل، دائمی بخشش اور عزتِ ابہاء کے کرم تک پہنچ سکتے ہو اور اس سے حصہ پا سکتے ہو۔'' (8)

1۔ فقرہ ''وہ بحرِ اعظم، بحرِ ذخار اور بحرِ مواج'' کس چیز کی طرف اشارہ کرتا ہے؟________________

2۔ یہ بحر یا سمندر ہم سے کس قدر قریب ہے؟________________

3۔ ہم اس سمندر تک کتنی جلدی پہنچ سکتے ہیں؟________________

4۔ درج ذیل جملوں کو مکمل کریں:

الف۔ حضرت بہآء اللہ کے ظہور کا عظیم ترین سمندر ہمارے نزدیک،________________ ہے۔

ب۔ حضرت بہآء اللہ کے ظہور کا سمندر ہماری شہ رگ سے بھی ________________ ہے۔

ج۔ اگر ہم چاہیں تو ________________ میں ہم آپ کے ظہور کے سمندر تک ________________ اور ________________ سکتے ہیں۔

د۔ ________________ تو پلک جھپکنے میں ہم آپ کے ظہور کے سمندر تک پہنچ سکتے اور اس سے حصہ پا سکتے ہیں۔

حصہ 4:

حضرت بہآء اللہ کے ظہور کے سمندر کے ساحل تک پہنچنے پر ہم اس کے خزائن میں سے اسکی ملکوتی ہدایت کے موتی حاصل کرتے ہیں اور آزادانہ اور غیر مشروط طور پر دوسروں کے ساتھ شئیر کرتے ہیں، وہ موتی جن کا ہم اپنے مطالعے، دعاؤں، غور و فکر اور امر اللہ اور انسانیت کی خدمت کی اپنی کوششوں میں مسلسل انکشاف کرتے ہیں۔ اس فریضہ کے تقدس کی مستقل یاد دہانی کے طور پر آپ درج ذیل عبارت کو حفظ کرنے کے لئے کچھ وقت صَرف کرنا چاہیں گے:

''اے خدا کی راہ کے مسافر! تو اس کے بحرِ رحمت سے اپنا حصہ حاصل کر اور خود کو ان چیزوں سے محروم نہ رکھ جو اس کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی ہیں۔ تو ان لوگوں میں سے ہو جا جو اس کے خزائن سے حصہ پا چکے ہیں۔ اس سمندر میں سے اگر شبنم کے ایک قطرے کے برابر بھی ان سب چیزوں پر چھڑک دیا جائے جو آسمانوں میں اور زمین پر ہیں تو وہ ان سب کو خدائے قادرِ مطلق علیم و حکیم کی سخاوت سے سرشار کر دینے کے لئے کافی ہوگا۔ انقطاع کے ہاتھوں سے اس کے آبِ حیات میں سے ان پوشیدہ چیزوں کو نکال اور اسے تمام مخلوقات پر چھڑک دے تا کہ وہ انسانوں کی بنائی ہوئی تمام حدود سے پاک کئے جا سکیں اور خدا کے عظیم الشان تخت، اس مقدس اور درخشاں مقام کی جانب بڑھ سکیں۔'' (9)

حصہ 5:

جیسے جیسے ہم انسٹیٹیوٹ کورسوں میں سے مطلوبہ مطالعہ اور عمل کو انجام دیتے ہوئے پیشرفت کرتے ہیں تو ہماری خدمت کے لئے استعداد بڑھے گی اور ہم ایسی خدمات انجام دے سکیں گے جو ہمارے دلوں میں بے حد خوشی لائیں گی اور اپنے دوہرے مقصد کو پورا کرنے میں ہماری مدد کریں گی۔ یعنی وہ اعمال جیسے بچوں کی روحانی تعلیم و تربیت کے لئے کلاسیں لینا، نوجوانوں کو ان کی روحانی بااختیاری کے پروگرام میں شامل کرنا اور دوستوں کے ایک گروہ کو کتابوں کے بنیادی سلسلے کے مطالعے میں مدد کرنا۔ اس سارے سفر میں کلام الٰہی جسے ہم دوسروں یعنی کم سِنوں اور بالغوں کے ساتھ شئیر کر رہے ہوں گے

ہماری مسلسل القا کا منبع ہوگا۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم اس کی قوت اور انسانی دل پر اس کے اثرات پر اکثر غور و فکر کریں۔ مندرجہ ذیل اقتباس میں حضرت بہاء اللہ اس قوت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں:

''کلامِ الٰہی کو ایک پودے سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جس کی جڑیں انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں تک گئی ہوئی ہیں۔ تم پر فرض ہے کہ حکمت اور پاکیزہ و مقدس الفاظ کے آبِ حیات سے اس کی آبیاری کرو تا کہ اس کی جڑیں مستحکم ہو جائیں اور اس کی شاخیں آسمانوں بلکہ اس سے بھی زیادہ بلندی تک پھیل جائیں۔'' (10)

1۔ کلامِ الٰہی کو کس چیز سے تشبیہ دی جا سکتی ہے؟ ____________________

____

2۔ کلام الٰہی کے پودے کی جڑیں کہاں لگائی گئی ہیں؟ ____________________

____

3۔ ہم اس پودے کی نشوونما کو کس طرح پروان چڑھا سکتے ہیں؟ ____________________

____

4۔ یہ درخت کن بلندیوں تک بڑھ سکتا ہے؟ ____________________

____

5۔ چند جملوں میں اس بات کی اہمیت واضح کریں کہ کلام الٰہی کا دوسروں سے شیئر کرنا کیوں انتہائی ضروری ہے۔

____

____

____

____

____

حصہ 6:

اب ہم ان مختلف سرگرمیوں کے بارے میں سوچتے ہیں جو ہماری روزمرہ کی زندگی میں ہمیں مصروف رکھتی ہیں۔ ہم اپنے جسم کو غذا مہیا کرتے

ہیں۔ہم نئے علوم حاصل کرنے اور اپنی ذہنی صلاحتیوں میں اضافہ کرنے کی خاطر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ہم کام کرتے ہیں اور ایسی مہارتیں حاصل کرتے ہیں جو ہمیں معاشرے کا ایک کار آمد عضو بن کر رہنے کے قابل بناتی ہیں۔ہم کھیل اور تفریح میں مشغول ہوتے ہیں۔اپنی روزمرہ زندگی کے بیشتر اوقات میں ہم اسی طرح کی متعدد سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں جن کا مقصد ہماری عقلی ترقی اور مادی خوشحالی ہوتا ہے۔لیکن پھر ہر ایک دن میں وہ خاص لمحات ہوتے ہیں جو روحانیت سے بھرپور ہوتے ہیں یعنی جب ہم دعا و مناجات میں مشغول ہوتے ہیں، جب ہم تنہا یا دوستوں کے ساتھ ملکوتی تعلیمات میں اپنے علم کو گہرا کرتے ہیں، یا جب متعدد طریقوں میں سے کسی ایک میں ہم اپنے آس پاس کے لوگوں کو حضرت بہآءاللہ کے ظہور کے سمندر میں چھپے ہوئے موتیوں کی دریافت میں مدد کرتے ہیں۔کیا یہ لمحات بے اندازہ قیمتی نہیں ہوتے؟ کیا ان آسمانی عنایات سے حصہ پانے کی خوشی سے بڑھ کر بھی کوئی خوشی ہوسکتی ہے؟

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت عبدالبہآء کس طرح ہمیں ہمیشہ خود کو انسانیت کی ترقی کے لئے وقف کرنے کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے:

''ہم سب کے سب ایک ہی خدائی مقصد میں متحد ہیں، ہماری کوئی دنیاوی منشا نہیں اور ہماری دلی آرزو یہ ہے کہ خدا کی محبت کو دنیا کے تمام طول وعرض میں پھیلا دیں۔'' (11)

فرض کریں کہ آپ کو اپنے ایک دوست کے ساتھ ان اقتباسات میں سے ایک شیئر کرنے کا موقع ملتا ہے جو آپ نے حصہ 1 میں حفظ کئے ہیں۔وہ دلی خوشی جو آپ محسوس کرتے ہیں وہ کہاں سے آتی ہے؟ فطری طور پر آپ امید کرتے ہیں کہ آپ کا دوست حضرت بہآءاللہ کے کلام سے خوشی اور امید حاصل کرے گا۔لیکن اگر وہ آپ کی توقع کے مطابق جوش وخروش ظاہر نہ کرے تو کیا ہوگا؟ کیا آپ کے دل کی خوشی بالکل غائب ہوجاتی ہے؟ کیوں نہیں ہوتی؟

____

____

____

____

____

____

حصہ 7:

جب ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں جو کچھ کرتے ہیں ان میں سے کلامِ الٰہی کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے میں جو لمحات ہم لگاتے ہیں وہ خصوصی برکات سے آراستہ ہوتے ہیں، تو ہم ایک انتہائی اہم نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خدمت کرنے سے ہمیں جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ خود اس عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ظاہر ہے کہ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم جو خدمت انجام دیتے ہیں اس کے اچھے نتائج ہوں گے لیکن اگر ہم نتائج سے بہت زیادہ

وابستہ ہیں، اگر حد سے زیادہ تعریف اور تنقید سے متاثر ہوتے ہیں تو ہم تبلیغ کی خوشی کھو دیں گے۔ یہ کہ جس چیز نے ہمیں خدمت کرنے کے لئے متاثر کرنا ہے وہ محبت اللہ ہے نہ کہ کامیابی حاصل کرنے، فوائد پانے یا شناخت حاصل کرنے کی آرزو۔ ان سب سے انقطاع خوشگوار خدمت کا لازمی شرط ہے ۔ درج ذیل اقتباسات کا مطالعہ آپ کو اس موضوع پر غور کرنے میں مدد دے گا:

''اے دو آنکھوں والے! ایک آنکھ بند کر لے اور ایک آنکھ کھول دے؛ بند کر لے یعنی دنیا اور اہل دنیا کی طرف سے؛ کھول دے، یعنی جاناں کے جمالِ قدس کی طرف۔'' (12)

''اے دوستو! جمالِ فانی میں محو ہو کر جمالِ باقی سے دور نہ ہونا۔ اور اس خاکستان دنیا سے دل نہ لگانا۔'' (13)

''اے فرزند بیان میرے چہرے کی طرف رخ کر اور ماسوا سے منہ پھیر لے۔ کیونکہ میری قدرت لازوال ہے جو کبھی نہ مٹے گی۔ اور میری سلطنت دائمی ہے جو کبھی نہ بدلے گی۔ اور میرے سوا کسی کا طلب گار رہا تو اسے کبھی نہ پائے گا۔ اگرچہ تو عالم ہستی میں ازل سے ابد تک اسے ڈھونڈتا پھرے۔'' (14)

''اے یگانۂ بیگانہ! تیرے دل کی شمع میرے دست قدرت کی روشن کردہ ہے اسے نفس و ہوا کی باد مخالف سے گُل نہ کر اور تیری تمام بیماریوں کا طبیب میرا ذکر ہے اسے فراموش نہ کر۔ میری محبت کو اپنا ذاتی سرمایہ بنا اور اسے اپنی نظر اور جان کی مانند عزیز رکھ۔'' (15)

''انقطاع سورج کی مانند ہے، جس دل میں بھی یہ چمکتا ہے حرص وطمع اور انا کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ جس کی نظر سوجھ بوجھ کی روشنی سے منور ہے وہ یقیناً اس دنیا اور اس کی جھوٹی شان سے خود کو منقطع کر لے گا۔۔۔ خود کو دنیا اور اس کی شرمندہ کرنے والی باتوں سے پریشان نہ ہونے دو۔ مبارک ہے وہ شخص جسے مال و دولت غرور سے نہیں بھرتی اور غربت غمزدہ نہیں کرتی۔'' (16)

1۔ کیا اس دنیا سے منقطع ہونے کا مطلب درویشوں کی طرح زندگی بسر کرنا ہے؟ ________________________

2۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بیک وقت، ہم اس دنیا سے منقطع ہوں اور دنیاوی چیزوں کے مالک بھی ہوں؟ ________________________

3۔ کیا ایک شخص جو اپنی زندگی کی تقریباً ہر ساعت کو اپنے کام میں صَرف کرتا/کرتی ہے اس دنیا کی چیزوں سے منقطع ہے؟ ____________

4۔ کیا ایک شخص جو صرف اتنا ہی کام کرتا ہے کہ اسکی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور باقی وقت بیکار گزارتا ہے تو کیا اس دنیا سے منقطع ہے؟

____

5- کیا ایک شخص جو خدمت کے میدان میں مادی تکلیف برداشت کرنے سے قاصر ہے تو کیا اسے اس دنیا سے منقطع کہا جا سکتا ہے؟__________

6- مادی ملکیت کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں جن سے ہمیں دلبستگی ہو سکتی ہے۔ آپ کس سے وابستہ ہوتے اگر آپ ایسے شخص ہوتے جو:

- اس وقت کام کرنا چھوڑ دینا چاہتا/ چاہتی ہے جب وہ خدمت کا عمل سرانجام دیتا ہے لیکن کوئی اظہارِ تشکّر نہیں کرتا؟______________

____

- اس وقت بددلی محسوس کرتا کرتی ہے جب کوئی اس کے پیش کردہ نظریات کو قبول نہیں کرتا؟______________________

____

- مسترد کئے جانے کے خوف سے اپنا عقیدہ چھُپاتا/چھُپاتی ہے؟________________________________

____

7- انقطاع کا مطلب ''لا پرواہی'' یا ''لاتعلقی'' نہیں۔ مندرجہ ذیل میں سے کونسی چیز اس بات کی علامت ہو سکتی ہے کہ کوئی منقطع نہیں ہے؟

_____ دوسروں کی ترقی دیکھ کر خوشی حاصل کرنا۔

_____ جب کچھ بچے بدتمیزی کرتے ہیں تو کلاس کو پڑھانا چھوڑ دینا۔

_____ اپنی کامیابیوں کے بارے میں شیخی بگھارنا۔

_____ خوب پڑھائی کرنا اور اپنی پیشرفت سے مطمئن ہو جانا۔

_____ عمومی فلاح و بہبود کے لئے اپنی صلاحیت کی نشوونما کے لئے سخت محنت کرنا۔

_____ اپنے پیشے میں کمال حاصل کرنے کی سعی کرنا۔

_____ صفائی کی عادت رکھنا اور گھر کو صاف ستھرا رکھنا۔

_____ اپنے سامان کا خیال رکھنا۔

_____ دوسروں کی بھلائی کا خیال رکھنا۔

_____ اپنی کوششوں کی تعریف نہ ہونے پر دل برداشتہ ہو جانا۔

8- ہم میں سے ہر ایک کے لئے انقطاع اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ آپ کو تجویز دی جاتی ہے کہ اس حصے میں دیئے گئے سب اقتباسات زبانی یاد کریں۔

حصہ 8:

خدمتِ نوعِ بشر میں ایک پُرمسرت زندگی کی برکات حاصل کرنے کے لئے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے اور ہماری کوششیں کسی حد تک قربانی کا تقاضا کرسکتی ہیں۔ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں ''قربانی'' کا لفظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔اگر ہماری کوئی دوست صبح سویرے کسی سفر سے واپس آرہی ہوتو ہم اسے لینے کے لئے جلدی جاگ سکتے ہیں۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے کچھ گھنٹے کی نیند قربان کردی ہے۔ہمارا کوئی عزیز بیمار ہوجاتا ہے، ہم اپنی تفریح کے اوقات میں سے کچھ گھنٹے اس کی دیکھ بھال کرنے کے لئے نکال لیتے ہیں۔زندگی میں ایسے موقع آتے ہیں جب ہمیں سخت محنت کرنی چاہئے اور ہم سوچ سکتے ہیں کہ ہم کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے آرام (سکون) قربان کر رہے ہیں۔

ہم سب کو امراللہ کی خدمت کی انتہائی خواہش ہوتی ہے، اپنے وقت اور توانائی کو فراخدلی سے، ممکنا حد تک، اپنے مادی وسائل کا ایک حصہ پیش کرتے ہیں۔ جب ہم ایسا کرتے ہیں تو ہمیں یہ یادرکھنا چاہیے کہ خدمت کی راہ میں ہم دنیا کی چیزیں چھوڑ سکتے ہیں لیکن جو کچھ بھی ہم حاصل کرتے ہیں وہ سچی خوشی ہے جب ہم روحانی طور پر ترقی کرتے ہیں۔ہمیں آیندہ کورسز میں قربانی کی نوعیت پر مزید غور کا موقعہ ملے گا۔شروع میں جاننے کے لئے جو ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس میں دست برداری شامل ہے جو کہ اعلیٰ کے لیے ادنیٰ کا ہے۔جیسا کہ بیج خود کو قربان کردیتا ہے تا کہ ایک درخت پیدا ہوسکے۔ قربانی، خوشی کو لانے کا ذریعہ ہے اور یہ خوشی اس وقت تک ہماری نہیں ہوگی جب تک ہم مسلسل کوششوں کو بڑھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔

حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں:

''ہمت درکار ہے کہ ہم اس کی طلب میں جانفشانی کریں، اور کوشش لازم ہے تا کہ ہم اس کے وصال کا شہد پئیں۔ہم اگر یہ جام نوش کرلیں تو دنیا کو فراموش کردیں۔۔۔'' (17)

حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں:

''آرام مت کرو، اطمینان نہ چاہو، اس فانی دنیا کی آسائشوں سے دل نہ لگاؤ، خود کو ہر وابستگی سے آزاد کرلو، اور دل وجان سے کوشش کرو کہ ملکوت الٰہی میں پوری طرح قائم ہوجاؤ۔آسمانی دولت حاصل کرو۔روز بروز تم زیادہ نورانی بنتے جاؤ۔تم آستان وحدت کے قریب سے قریب تر ہوتے چلے جاؤ۔ '' (18)

ہم سب کو یہ یقین ہے کہ اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوشش کرنا ضروری ہے۔مگر یہ سادہ سا عقیدہ عمل کرنے میں مخصوص اثرات رکھتا ہے ہمیں جسے نہیں بھولنا چاہیے۔پہلی بات یہ کہ یہ یادرکھنا ضروری ہے کہ کرنے والے کام یا ہدف کی دشواری کی سطح اور مطلوبہ توانائی کی مقدار میں مطابقت ہوتی ہے۔ہم اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اگر ہم یہ سوچتے ہیں کہ یہ کم (توانائی) سے تکمیل پا سکتا ہے۔لیکن مشقت کی وسعت کو خاطر میں رکھنا کوئی واحد عنصر نہیں ہے۔مستقل مزاجی اور استقامت کی ضرورت ہے۔توجہ کی ضرورت ہے۔ اہداف کو مکمل کرنے کی عادت لازمی ہے نہ کہ ایک کے بعد دوسرے ہدف پر چلے جانا اور کام کو نامکمل چھوڑ دینا۔بے دلی کی کوششیں رنگ نہیں لاتی۔بچوں کی روحانی تعلیم کی ہفتہ وار کلاس کا تصور کریں۔ ہر ایک کلاس کی تیاری کے لیے استاد کو ایک مخصوص تعداد میں گھنٹے وقف کرنا چاہیے، اس پورے عرصے میں طلبا کو سبق کے مواد کو سمجھنے میں مدد کرنے پر توجہ مرکوز رکھنا، چھوٹے بچوں کے والدین سے باقاعدگی کے ساتھ ملاقاتیں کرنا اور ہفتہ وار انکی انفرادی ترقی کو آگے بڑھانا چاہیے۔اس کلاس کا کیا حشر ہوگا جس کا استاد کبھی کبھار تیاری کرتا ہے، تھکاوٹ طاری ہونے پر کلاس کو جلد اور اچانک ختم کردیتا ہے، ہر بچے کے بارے میں سوچنے اور والدین کے ساتھ ان کی ترقی پر تبادلہ خیال کرنے کے لئے ضروری وقت نکالنے میں ناکام رہتا ہے؟ اور کیا ہوگا جب کلاس صرف اس صورت میں منسوخ کردی گئی ہو جب بھی استاد کسی اور

فرائض کی ادائیگی پر جانا چاہتا ہے، کہیں، شہر سے باہر سے آنے والے دوست کو ملنا ہو؟

یہ چند تبصرے ہمیں قائل کرتے ہیں کہ ہمیں اپنی ہر سعی کے تقاضوں کے مطابق کوشش کی مقدار اور معیار دونوں پر توجہ دینا چاہیئے۔ یہ نہ صرف ان خدمت کے کاموں جن میں ہم مشغول ہیں کے لیے صحیح ثابت ہوتا ہے بلکہ یہ ہماری اپنی پیشرفت پر بھی اسی طرح لاگو ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ان روحانی عادتوں کو جن پر ہم نے اس سلسلے کی پہلی کتاب میں غور کیا تھا یعنی باقاعدگی سے دعاومناجات تلاوت کرنا، روزانہ کلام الٰہی کا مطالعہ کرنا، اس بات پر غور کرنا کہ کس طرح اپنی زندگیوں کو تعلیمات سے موافق بنایا جائے اور دعائیہ جلسات میں تہہِ دل سے شرکت کرنا مسلسل کوششوں پر منحصر ہیں۔ ذیل میں کوشش سے متعلق چند بیانات ہیں۔ یہ فیصلہ کرنے سے کہ کون سے درست ہیں آپ کو اس معاملہ پر مزید غور کرنے میں مدد ملے گی:

_____ اگر آپ ہوشیار ہیں تو آپ کو سخت محنت کی کوئی ضرورت نہیں

_____ لمبے راستے سے کیوں جائیں، ہمیشہ مختصر راستہ تلاش کرو۔

_____ تکلیف اٹھائے بنا راحت نہیں۔

_____ اونچے خواب دیکھو! آپ کی خواہشات پوری ہوں گی۔

_____ جتنا بڑا انعام ہوگا، جدوجہد بھی اتنی زیادہ ہوگی۔

_____ جتنی بڑی کوشش، اتنا صِلہ میٹھا۔

_____ اگر آپ پہلی دفعہ میں کامیاب نہیں ہوتے تو بار بار کوشش کریں۔

_____ کام کیوں کریں جب آپ دوسروں سے کرواسکتے ہیں۔

_____ اگر یہ بہت زیادہ کوشش طلب کرتا ہے تو شاید یہ ہونے والا نہیں۔

_____ چھوٹے اقدام اگر متواتر اور مستقل ہوں تو بہت آگے جاسکتے ہیں۔

_____ قابل قدر چیز آسانی سے نہیں ملتی۔

_____ کمال پورے دل سے لگن کام کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔

_____ ہزار میل کا سفر ایک قدم ہی سے شروع ہوتا ہے۔

_____ صرف کام چلانا ہی کافی نہیں ہے۔

_____ ہمیں چیزوں کے خودبخود ہوجانے کا انتظار نہیں کرنا چاہئے۔ ہمیں ان کے حصول کے لئے جستجو کرنی چاہئے۔

_____ کامیابی قسمت سے حاصل ہوتی ہے۔

_____ ہم جادو کے ذریعہ اپنا دوہرا مقصد حاصل نہیں کریں گے۔

_____ ہمیں ہر روز اپنا احتساب کرنا چاہئے۔

ہم خدمت کی راہ پر اپنی روحانی اور فکری نشوونما حاصل کرنے اور معاشرے کی کایا پلٹ میں شریک ہونے کی کوشش کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ یہ واضح ہے کہ اس دوہرے مقصد کا حصول ہم سے ایک عظیم کوشش کا مطالبہ کرتا ہے۔ حضرت بہآء اللہ ہم سے فرماتے ہیں:

''خالقِ بے مثل نے سب انسانوں کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا ہے اور ان کی حقیقت کو باقی سب مخلوق پر برتری عطا کی ہے۔ اس لئے کامیابی یا ناکامی، نفع یا نقصان انسان کی اپنی کوششوں پر منحصر ہوتا ہے۔ وہ جتنی جد و جہد کرتا ہے اتنی ہی زیادہ ترقی پاتا ہے۔'' (19)

اگر آپ نے ابھی تک مندرجہ بالا عبارت حفظ نہیں کی تو یقیناً آپ ایسا کرنا چاہیں گے۔

حصہ 9:

خدمت سے خوشی حاصل کرنے کے قابل ہونے کے لئے ہمیں اپنے اندر چند خاص روّیوں کو پروان چڑھانا چاہیئے۔ مثال کے طور پر ہمیں خدمت کی عنایت پر خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔ یہ قیاس کرنا بھی نا قابلِ تصور ہے کہ جب ہم امر اللہ کی خدمت کرتے ہیں تو ہم خدا پر کوئی احسان کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ سیکھنا چاہیئے کہ ناامیدی سے بچیں اور دنیا کے ایک پُر امید نقطۂ نظر سے زندگی کو اپنائیں۔ خدمت کی راہ میں حائل ہونے والی رکاوٹوں کو مزید پیشرفت کے لئے سیڑھی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ مشکلات کے باوجود ہم مستقبل کو یقین کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حضرت عبدالبہآء کے مندرجہ ذیل الفاظ اُس امید اور پُر اُمیدی کی خصوصیات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں جن سے ہماری کوششوں کو متصّف ہونا چاہیئے:

''ابتدا میں بیج کتنا چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن آخر کار ایک بہت بڑا درخت بنتا ہے۔ تم بیج کو نہ دیکھو تم درخت کو اور اس کے شگوفوں کو اور اس کے پتوں اور پھلوں کو دیکھو۔'' (20)

''تب اس چھوٹے سے بیج کی ناگزیر اہمیت کو جان لو جسے سچے کاشتکار نے اپنے رحمت والے ہاتھوں سے خدا کی ہل چلائی ہوئی زمین میں بویا ہے اور عنایات اور عطیات کی بارشوں سے اس کو پانی دیا ہے اور اب یہ آفتاب صداقت کی گرمی اور دھوپ میں پرورش پا رہا ہے۔'' (21)

''جب تم ایک درخت کو بڑھتا اور نمو پاتا دیکھو تو اس کے نتائج کے لئے پُر امید رہو۔ بالآخر اس پر پھول کھلیں گے اور یہ پھلدار ہوگا۔ اگر تم خشک لکڑی یا پُرانے درخت دیکھو تو پھل لگنے کی کوئی اُمید ہی نہیں ہے۔'' (22)

''اس وجہ سے احبا الٰہی بڑی مشقت سے اپنی کوششوں کے پانی سے امید کے اس درخت کو پالیں، پرورش کریں اور اس کو نشوونما دیں۔'' (23)

''اگر دل خدا کی عطا کردہ عنایات سے پھر جائے تو یہ خوشی کی اُمید کیسے کرسکتا ہے؟ اگر یہ خدا کی رحمت پر اپنی امید اور بھروسہ نہیں رکھتا تو اسے پھر کہاں سکون مل سکتا ہے؟'' (24)

درج بالا عبارات پر غور وفکر کرنے کے لئے درج ذیل جملوں کو مکمل کریں:

1- ابتدا میں بیج کتنا چھوٹا سا ہوتا ہے لیکن آخرکار ____ ۔

2- ہمیں بیج کے چھوٹے ہونے کو نہیں دیکھنا چاہئے بلکہ ____ ۔

3- تب ہمیں اس چھوٹے سے بیج کی اہمیت کو جان لینا چاہیئے جسے خدا نے اپنے رحمت والے ہاتھوں سے ____ ۔

4- جب ہم ایک درخت کو بڑھتا اور نمو پاتا دیکھیں تو ہمیں ____________________________________ چاہیئے۔

5- جب ہم ایک درخت کو بڑھتا اور نمو پاتا دیکھیں تو ہمیں پُرامید رہنا چاہئے کہ ____ ہوگا۔

6- اپنی کوششوں کے پانی سے ہمیں چاہیئے کہ ____ ۔

7- اگر دل خدا کی عطا کردہ عنایات سے پھر جائے تو ____________________________________ ؟

8- اگر یہ خدا کی رحمت پر اپنی امید اور بھروسہ نہیں رکھتا تو ____ ؟

اب ایک لمحے کے لئے غور کریں: کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ عاجزانہ تشکّر کی حالت میں ہمارا پُرمسرت اور پُرامید جذبہ دوسروں کے لئے باعث خوشی ہے؟ اور آئیں ہمیشہ یہ ذہن نشین رکھیں کہ امراللہ کی خدمت میں قیام کرنے میں ہم ایک نئے دن کے طلوع کی بشارات کے حامل ہیں یعنی نوعِ انسانی کے متحد ہونے کا دن۔ خدا کرے کہ حضرت بہآءاللہ کے یہ الفاظ ہمارے دلوں میں گونجیں:

''خوش ہیں وہ جو عمل کرتے ہیں؛ خوش ہیں وہ جو سمجھتے ہیں؛ خوش ہے وہ جو آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں سے منقطع ہو کر سچائی سے پیوست رہا۔'' (25)

مسرور کُن اور روح پرور گفتگوئیں

مقصد

گفتگو میں روحانی اصولوں کو متعارف
کروانے کی قابلیت حاصل کرنا

حصہ 1:

اس کتاب کے پہلے یونٹ میں ہم نے اُس بے انتہا خوشی کا ذکر کیا تھا جو کلام الٰہی کو دوسروں کے ساتھ شیئر کرنے کے عمل سے حاصل ہوتی ہے۔خدمت کی راہ پر چلتے ہوئے ہمیں دوستوں اور جاننے والوں کے ساتھ حضرت بہآء اللہ کے ظہور سے حاصل ہونے والی بصیرتوں پر گفتگو کرنے کے متعدد مواقع ملتے ہیں۔پس ان انتہائی لازمی قابلیتوں میں جنہیں نشوونما دینے کی ہم سب کو ضرورت ہے وہ قابلیتیں شامل ہیں جو ہمیں بامعنی اور روح پرور گفتگو میں اعانت کرنے کے قابل بناتی ہیں۔اس یونٹ اور اگلے یونٹ کا مقصد اس سلسلے میں آپ کی مدد کرنا ہے۔ یہاں آپ یہ سوچ سکیں گے کہ موقع کی مناسبت سے روحانی اصولوں کا حوالہ دیتے ہوئے آپ اپنی گفتگو کی سطح کو کس طرح بلند کر سکتے ہیں۔اگلے یونٹ میں آپ اپنے گاؤں یا محلے میں ایک متحرک سماج کی تعمیر کے لئے منظم کوشش کے حصے کے طور پر مخصوص موضوعات پر گفتگو کے سلسلے کا آغاز کرنے اور برقرار رکھنے کے بارے میں سوچیں گے۔

اس کے بعد آنے والے حصوں میں ہم مختلف موضوعات پر متعدد بیانات کا مطالعہ کریں گے جو اگرچہ عین اقتباسات نہیں لیکن یہ سب حضرت عبدالبہآء کے خطابات اور الواح پر مبنی ہیں اور ان میں بہت سے وہ فقرے شامل ہیں جن کا آپ استعمال کیا کرتے تھے۔آپ کو چاہیئے کہ ہر بیان کو متعدد بار پڑھیں، خیالات کی ترتیب کی شناخت کریں اور اپنے گروپ کے دیگر اعضاء کے ساتھ باری باری بلند آواز میں دہرائیں یہاں تک کہ آپ اسے فطری انداز میں اظہار کر سکیں۔ یہ مشق آپ کو اُس وقت آسانی سے بولنے کے لئے تیار کرے گی جب آپ امراللہ کی تعلیمات سے اخذ کرکے کسی گفتگو کو آگے بڑھانا مناسب سمجھیں۔

یقیناً آپ اس یونٹ میں آثارِ مقدسہ سے اقتباسات کو حفظ کرنا جاری رکھیں گے کیونکہ ان میں انسانی دل وارادے میں منجذب ہونے کی ایک خاص قوت ہے اور جب یہ آپ کی تقریر میں بُنے ہوں تو سننے والے پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔تاہم گفتگو میں آثارِ مبارکہ سے حوالہ دینے میں حکمت درکار ہے۔ضروری ہے کہ اعتدال رکھا جائے اور براہ راست آثارِ مبارکہ سے حوالہ دینے اور امراللہ کی تعلیمات کو اپنے الفاظ میں واضح کرنے کے درمیان توازن رہے۔اس توازن کو حاصل کرنے کے لئے آپ کو چاہیئے کہ آثارِ مبارکہ کے مطالعے کے لئے بہت زیادہ وقت اور توانائی وقف کریں اور انہیں اپنے خیالات واحساسات کی صورتگری کرنے دیں۔

حصہ 2:

آپ کو جس پہلے بیان کا مطالعہ کرنے کے لئے کہا جا رہا ہے وہ نوعِ بشر کی مربّی کی ضرورت ہے۔

جب ہم عالمِ موجودات پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ معدنی، نباتی، حیوانی اور انسانی عوالم، ہر ایک کو ایک مربّی کی ضرورت ہوتی ہے۔ایک باغ کو باغبان کی ضرورت ہوتی ہے۔اچھی فصل حاصل کرنے کے لئے زمین کو کاشتکار کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر آدمی کو بیابان میں تنہا چھوڑ دیا جائے تو وہ جانوروں کے طور طریقے اپنا لے گا۔اگر اس کی تربیت کی جائے تو وہ کامیابی کی اعلیٰ ترین بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے۔اگر مربّی نہ ہوتے تو یہ تہذیب وتمدن بھی نہ ہوتی۔

تربیت کی تین اقسام ہیں: مادی، انسانی اور روحانی۔ مادی تربیت جسم کی نشوونما سے متعلق ہوتی ہے۔انسانی تربیت کا تعلق تمدّن اور ترقی سے ہے۔ یہ حکومت، سماجی نظم، انسانی فلاح وبہبود، تجارت وصنعت، ہنر وفنون، سائنس، اہم ایجادات اور عظیم مہمات سے متعلق ہوتا ہے۔ روحانی

تربیت کمالاتِ الٰہیہ کے حصول پر مبنی ہوتی ہے۔ یہی حقیقی تربیت ہے کیونکہ اس کی مدد سے انسان کی روحانی اوراعلیٰ فطرت کی ترقی ہوتی ہے۔

پیشرفت کرنے کے لئے نوعِ بشر کو ایک مربّی کی ضرورت ہے جس کے پاس مادی، انسانی اور روحانی مربّی کے طور پر واضح اختیار ہو۔ اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ''میرا فہم وادراک کامل ہے اور مجھے کسی ایسے تربیت کنندہ کی ضرورت نہیں'' تو وہ ایک ایسی بات سے انکار کر رہا ہوگا جو بالکل واضح اور صاف ہے۔ یہ بالکل ایک بچے کے کہنے کی طرح ہوگا کہ ''مجھے تعلیم وتربیت کی ضرورت نہیں، میں عقل کے مطابق عمل کروں گا اور خودبخود کمال حاصل کرلوں گا۔''

نوعِ بشر کو ایک ایسے مربّیِ کامل کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے یعنی ایک ایسے تربیت کرنے والے کی جو اسے جسم کی صحت اور نشوونما سے متعلق امور کو منظم کرنے میں مدد کرے، علم، ایجادات اور انکشافات کی پیشرفت میں تحریک مہیا کرے اور اہم ترین یہ کہ اس میں روح کی زندگی پھونکے۔ کوئی عام آدمی ان انتہائی مشکل اہداف کو حاصل نہیں کرسکتا۔ صرف مظاہر ظہورالٰہی ہی انہیں انجام دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔ یہ وہ منتخب نفوس ہیں جنہیں خدا مختلف زمانوں میں نوعِ بشر کے عالمگیر مربّیان کے طور پر بھیجتا ہے۔

1۔ اپنے گروپ کے ساتھ اس بیان کو کئی بار پڑھیں اور اس کے مواد کو اچھی طرح سے سیکھنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک دوسرے سے ان تصورات کے بارے میں سوال کریں اور انہیں آسانی سے اور فطری انداز میں پیش کرنے کی مشق کریں۔

2۔ اس کے بعد اپنے گروپ میں مشورہ کریں کہ آپ نے جن تصورات کو یہاں بیان کرنا سیکھا ہے انہیں ایک گفتگو میں کیسے متعارف کروایا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ اچانک اپنے دوست سے یہ نہیں کہیں گے کہ تربیت تین قسم کی ہے۔ تب آپ کے لئے مناسب ہے کہ آپ گفتگوؤں کی اقسام کے بارے میں سوچیں جن میں مذکورہ بالا تصورات متعلقہ ثابت ہوں گے۔ شاید زیرِ بحث مسئلہ سماج کی اخلاقی گراوٹ یا دنیا کی بہتری کے لئے طریقۂ عمل ہے۔ ان متنوع گفتگوؤں پر غور کریں جن میں آپ دوستوں، کنبہ کے افراد اور جاننے والوں سے گفتگو میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کے ذہنوں کو گھیرے ہوئے مسائل میں سے کیا کوئی ایسے موضوعات ہیں جو اس بیان کے تصورات کے گرد ایک گفتگو کو جنم دے سکیں؟

3۔ آپ نے ابھی جن موضوعات کا مطالعہ کیا ہے اس پر ہونے والی گفتگوؤں کے دوران اکثر سوالات اُٹھتے ہیں۔ اگر کوئی آپ سے یہ سوال کرے کہ ''آپ جن مربیّان کا ذکر کررہے ہیں ان میں سے بعض کون ہیں؟'' تو آپ کیا جواب دیں گے؟

4۔ درج ذیل میں حضرت بہآ ءاللہ کے آثارِ مقدسہ سے انسانیت کے لئے مربی کی ضرورت سے متعلق چند اقتباسات دیئے گئے ہیں۔ان پر غور کریں اور کم از کم ان میں سے ایک زبانی یاد کریں۔اس طرح آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ جب مناسب ہو تو اپنی گفتگو میں آثارِ مبارکہ سے اقتباسات کو پِرو سکیں۔

''تمام انسان ایک ہمیشہ ترقی پذیر تمدن کو آگے بڑھانے کی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔'' (1)

''خدائے واحد برحق تعالیٰ کا اپنے بندوں کے درمیان ظہور فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان ہیروں کو باہر نکال کر دکھائے جو انسانی نفوس کی کان میں پوشیدہ ہیں۔'' (2)

''خدا کا بندوں کے درمیان پیغمبر مبعوث کرنے کا دوہرا مقصد ہے۔ پہلا یہ کہ وہ انسانوں کو جہالت کی تاریکی سے آزادی دلائے اور دانائی کی روشنی کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ دوسرا یہ کہ وہ نوعِ انسانی کے درمیان امن وسکون کو یقینی بنائے اور وہ تمام وسائل مہیا کرے جن سے انہیں قائم کیا جا سکے۔'' (3)

''انسانوں کو ہر دور اور تمام حالات میں اس ہستی کی ضرورت ہوتی ہے جو ان کو نصیحت کرے، ان کی رہنمائی کرے، ان کو ہدایت دے اور ان کی تربیت کرے۔'' (4)

حصہ 3:

درج ذیل پیراگرافوں میں بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح خدا کو صرف اس کے مظاہرظہور کے ذریعہ ہی جانا جا سکتا ہے۔ یہ خیالات دوستوں سے گفتگو کے دوران آپ کی مدد کریں گے:

اس لامتناہی کائنات پر غور کریں۔کیا یہ ممکن ہے کہ یہ سب کچھ کسی خالق کے بغیر پیدا ہو گیا ہے؟ یا خالق کی حقیقت کو اس کی خلق کی گئی مخلوق کبھی سمجھ سکتی ہے؟ اگر ہم تمام مخلوقات کا مشاہدہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ نچلی سطح کی ہر چیز اپنے سے بلند سطح کی چیز کی قوت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ پس پتھر اور درخت خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرلیں دیکھنے اور سننے کی قوت کا کبھی تصور نہیں کر سکتے۔ جانور کبھی انسان کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ انسانی روح کی قوتوں کو جان سکتے ہیں۔ پس ہم جو مخلوق ہیں کس طرح اپنے خالق کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں؟
اگرچہ ہماری سمجھ ہرگز خدا تک نہیں پہنچ سکتی لیکن ہم اسکے عرفان اور اسکی شناخت سے یکسر محروم نہیں کیے گئے۔ وقتاً فوقتاً اس دھرتی پر ایک خاص وجود ظاہر ہوتا ہے جو خدا کا مظہرِ ظہور ہوتا ہے۔ تمام خدائی کمال، رحمت اور جاہ وجلال ان مقدس مظاہرِ ظہور میں دیکھے جا سکتے ہیں اسی طرح جیسے

سورج کی شعائیں ایک صاف وشفاف آئینہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ کہنا کہ آئینہ آفتاب کو منعکس کرتا ہے یہ ظاہر نہیں کرتا کہ آفتاب اپنے جلال کی بلندیوں سے نیچے اتر آیا ہے اور اس آئینے میں ضم ہو گیا ہے۔ اسی طرح خدا تقدس کے آسمان سے موجودات کی سطح پر نہیں اُترتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نوعِ بشر خدا کے اسماء وصفات اور کمالات کے بارے میں جتنا بھی جانتی، سیکھتی اور ادراک کرتی ہے وہ سب اس کے مقدس مظاہرِ ظہور کا حوالہ ہیں۔

1۔ اپنے گروپ میں اوپر دیئے گئے بیان کا کئی بار مطالعہ کرنے اور اس متن میں سے ایک دوسرے کے لئے بنائے گئے سوالات کے جوابات دینے کے بعد آپ کو چاہیئے کہ خیالات کو آسانی سے بتانے کی مشق کریں۔

2۔ آپ اپنے گروپ میں مشورہ کریں کہ یہاں سیکھے گئے نظریات کو آپ کس طرح ایک گفتگو میں فطری انداز میں شامل کر سکتے ہیں۔ ایسا مثال کے طور پر خدا کے وجود یا زندگی کے مقصد پر کسی گفتگو میں آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے خاندان اور دوستوں کے مابین گفتگوؤں میں کون سے دیگر موضوعات اور سوالات اٹھتے ہیں جن میں آپ کو ان تصورات کے شئیر کرنے کا موقع مل سکتا ہے؟

____

____

____

____

3۔ فرض کریں کہ اپنے دوستوں کے ساتھ ایک گفتگو کے دوران آپ کو موقع ملتا ہے کہ آپ نے ابھی جن نظریات کا مطالعہ کیا ہے انہیں متعارف کروائیں۔ اگر ان میں سے کوئی آپ سے درج ذیل سوال پوچھے تو آپ کیا جواب دیں گے: ''خدا کے بارے میں اس کے مظاہر ظہور کے ذریعہ جو چیزیں ہم جانتے ہیں ان میں سے بعض کیا ہیں؟''

____

____

____

____

____

4۔ حضرت بہآء اللہ کے آثار مبارکہ سے درج ذیل اقتباسات میں سے ایک یا ایک سے زیادہ زبانی یاد کرنا چاہیں گے تا کہ آپ اپنے دوستوں سے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ان کا حوالہ دے سکیں:

''مبدأ کی معرفت اور اس تک رسائی حاصل نہیں ہوتی مگر ان آفتابِ حقیقت کے چمکتے ہوئے کینونات تک پہنچنے اور ان کے پہچاننے کے بعد۔'' (5)

''مظہرِ ظہور کی ذات ہمیشہ خدا کی قائم مقام اور اس کی ترجمان رہی ہے اور ہے۔ درحقیقت وہ خدا کے اسماءِ حسنیٰ کا مطلع اور اس کی برتر صفات کا مشرق ہوتا ہے۔'' (6)

''مزید برآں تم یقین رکھو کہ ان مظاہر ظہورِ الٰہی میں سے ہر ایک نے جو اعمال و افعال کئے یا ان سے متعلقہ جو بھی بات ہے یا جو کچھ بھی مستقبل میں ان سے ظاہر ہوگا وہ سب منجانب اللہ اور اسی کی مرضی اور مشیت کا عکس ہے۔'' (7)

حصہ 4:

وحدتِ ادیان بہت سے لوگوں کی دلچسپی کا موضوع ہے اور درج ذیل خیالات متعدد مواقع پر آپ کی مدد کریں گے:

ہمیں روشنی کا شیدائی ہونا چاہیئے خواہ کسی چراغ سے ظاہر ہو۔ ہمیں گلاب کا عاشق ہونا چاہیئے چاہے کسی بھی باغ سے پھوٹے۔ ہمیں سچائی کا متلاشی ہونا چاہیئے چاہے کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو۔ کسی ایک چراغ سے دلبستگی ہمیں اس روشنی کی قدر کرنے سے روک دے گی جو کسی دوسرے چراغ سے پھوٹ رہی ہو۔ سچائی کی تلاش میں ضروری ہے کہ ہم خود کو پہلے سے قائم شدہ تصورات اور تعصّبات سے آزاد کرلیں۔ اگر ہمارا پیالہ پہلے ہی اَنا سے بھرا ہوا ہو تو وہاں آبِ حیات کے لئے گنجائش ہی نہیں ہے۔

دین دنیا کی روشنی ہے۔ یہ ہمارے اقدام کی رہنمائی کرتا ہے اور ہمارے لئے لازوال خوشی کے دروازے کھولتا ہے۔ جب ہم کٹّر عقائد اور اندھی تقالید کی قید سے آزاد ہو کر تمام عظیم ادیان کی تعلیمات کی تحقیق کرتے ہیں تو ہم جان جاتے ہیں کہ سب کے سب ایک ہی بنیاد پر قائم ہیں۔ وہ سب معرفتِ الٰہی کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ عالم انسانی کی پیشرفت کے طالب ہیں۔

ظاہر ہے کہ وقت اور جگہ کے تقاضوں کے مطابق ہر دین کے جاری کردہ سماجی اصول و قوانین میں فرق موجود ہے۔ مگر اپنے جوہر میں سب ادیان ایک ہیں۔ وہ ایمان، علم، ایقان، انصاف، پرہیزگاری، بلند نظری، اعتماد، محبت اللہ اور نیکوکاری کو پروان چڑھاتے ہیں۔ وہ پاکیزگی، انقطاع، رواداری، صبر اور استقامت سکھاتے ہیں۔ ان فضائلِ انسانی کی ہر دور میں تجدید کی جاتی ہے۔

یہ بدقسمتی ہے کہ تعصب اور اندھی تقلید کی بنا پر کئی لوگ دین کی بنیادی وحدت کو دیکھ ہی نہیں سکتے۔ انسانیت کے لئے خدا کی ہدایت ہی حق ہے اور حق کی کوئی تقسیم نہیں، یہ واحد ہے۔ اگر ہم پہلے سے قائم شدہ تصورات کو ایک طرف رکھ کر حقیقت کی آزادانہ تحقیق کریں تو ہماری تلاش اتحاد کی طرف لے جائے گی۔ دین کو چاہیئے کہ ہمیں متحد کرے، اسے چاہیئے کہ لوگوں کے درمیان محبت کے بندھن قائم کرے۔ اگر دین دشمنی اور اختلاف کا باعث بنے تو اس کا نہ ہونا ہی بہتر ہے۔

1۔ گزشتہ حصے کی طرح اس بیان کو متعدد بار اپنے گروپ میں پڑھیں، ایک دوسرے سے ان نظریات سے متعلق سوالات پوچھیں اور انہیں اچھی طرح پیش کرنے کی مشق کریں۔

2۔ اپنے گروپ میں غور کریں کہ آپ نے جن تصورات کا مطالعہ کیا انہیں کس طرح ایک گفتگو میں شامل کر سکتے ہیں، مثلاً مذہبی تنازعہ سے متعلق، جس کے بارے میں اکثر لوگ سوچتے ہیں۔لیکن آپ خود کو چند ایسے دوستوں کے درمیان بھی پائیں گے جو حقیقت کی تلاش کی اہمیت اور کسی پراپیگنڈا کی سازباز سے اثرانداز نہ ہونے کے بارے میں بات چیت کر رہے ہوں۔ایک بار پھر اپنے دوستوں اور پڑوسیوں، ساتھی کارکنوں اور جاننے والوں کے ساتھ حالیہ گفتگوؤں کے بارے میں سوچیں۔ان کے ذہنوں میں ایسے کون سے مسائل ہیں جو ان نظریات کے گرد ایک گفتگو سے مستفید ہو سکتے ہیں؟

3۔ مذکورہ بالا نظریات کو گفتگو میں شیئر کرنے کے بعد اگر کوئی آپ سے یہ پوچھے کہ ''تمام ادیان کے چند مشترکہ حقائق کیا ہیں؟'' تو آپ کس طرح جواب دیں گے؟

4۔ تجویز دی جاتی ہے کہ حضرت بہآءاللہ کے کلام سے درج ذیل اقتباسات میں سے ایک یا دو کو زبانی یاد کر لیں:

''اس بات میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ دنیا کے تمام لوگ خواہ ان کا تعلق کسی بھی نسل یا دین سے ہو وہ ایک ہی آسمانی سرچشمہ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور ایک ہی خدا کے بندے ہیں۔'' (8)

''تم تمام اہلِ ادیان کے ساتھ نہایت روح و ریحان کے ساتھ رہو سہو۔'' (9)

''خدا کے دین اور اس کے مذہب کا بنیادی مقصد جو اس کو تحرک دیتا ہے نوعِ انسانی کے مفادات کا تحفظ اور اس کے اتحاد کو فروغ دینا ہے۔'' (10)

''خدا کا دین الفت و اتحاد کے لئے ہے اسے دشمنی اور تفرقے کی وجہ نہ بنا لو۔'' (11)

حصہ 5:

سائنس اور دین کے درمیان تعلق وہ اگلا موضوع ہے جس کا مطالعہ کرنے کے لئے آپ کو کہا جا رہا ہے۔

دین کو سائنس کے مطابق ہونا چاہیئے۔ خدا نے ہمیں عقل عطا کی ہے تا کہ ہم سمجھ سکیں کہ سچ کیا ہے۔ سائنس اور دین دونوں سے عقل کے معیار پر پورا اُترنے کی توقع کی جاتی ہے۔ لہٰذا انہیں ایک دوسرے کے ساتھ موافق ہونا چاہیئے۔ یہ وہ دو پَر ہیں جن پر انسانی ذہانت عظیم بلندیوں تک پہنچ سکتی ہے اور جن کے ساتھ انسانیت پرواز کر سکتی ہے۔ ایک پَر کافی نہیں ہے۔

سائنس خدا کی ایک عنایت ہے۔ یہ عالم جسمانی کے قوانین کو دریافت کرتی ہے اور فطرت نے جو حدود ہم پر عائد کی ہیں ان پر قابو پانے کے قابل بناتی ہے۔ سائنسی آلات کی مدد سے ہم پوشیدہ چیزوں کو چشمِ ظاہر سے دیکھ سکتے ہیں اور ایک لمحہ میں دوردراز فاصلوں تک رابطہ کر سکتے ہیں۔ سائنس حال اور ماضی کو ملاتی ہے اور مستقبل کے اسرار کو کشف کرتی ہے۔ لوگوں کی ترقی کا انحصار سائنسی تحصیلات پر ہے۔

خدا کا دین سچائی کو فروغ دینے والا، علم کا حامی اور نسلِ انسانی کو مہذب بنانے والا ہے۔ بغیر دین کے سائنس مادّیت کی پیشرفت کا ایک آلہ بن جاتی ہے اور بالآخر مایوسی کی طرف لے جاتی ہے۔ جب دین سائنس کا مخالف ہو تو یہ محض توہم پرستی بن جاتا ہے۔ اگر دین اور سائنس ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہوں تو بہت سی نفرت اور تلخی جو اس وقت انسانیت کی بدبختی کا سبب ہے، ختم ہو جائے گی۔

1۔ ہمیشہ کی طرح اپنے گروپ میں اس بیان کو پیراگراف بہ پیراگراف متعدد بار پڑھیں اور ایک دوسرے سے سوالات پوچھیں حتیٰ کہ آپ مواد کو اتنا سیکھ لیں کہ اسے فطری انداز میں پیش کر سکیں۔

2۔ ایسے شخص کو جو کہے کہ ''دین ماضی کی چیز ہے؛ سائنس انسانیت کے تمام مسائل حل کر دے گی'' آپ کیا جواب دیں گے؟ کیا آپ کے لئے یہ واضح کرنا مفید ہو گا کہ دین اور توہم پرستی ایک نہیں ہیں لیکن سائنس کے بغیر یہ توہم پرستی بن جاتا ہے اور یہ کہ دین کے بغیر سائنس مادّیت سے پیدا ہونے والی مایوسی کی جانب لے جاتی ہے؟ کیا آپ چند ایسی مثالیں پیش کر سکتے ہیں کہ یہ کس طرح ہوتا ہے؟

3۔ تجویز دی جاتی ہے کہ ذیل میں دیئے گئے حضرت بہآءاللہ کے بیانات میں سے ایک یا دو اقتباسات حفظ کر لیں:

''ان عنایات میں سے اوّلین جو قادرِ مطلق نے انسان کو عطا فرمائی ہے عقل وفہم کا عطیہ ہے۔۔۔ یہ عطیہ انسان کو یہ طاقت دیتا ہے کہ وہ تمام اشیاء کے اندر صداقت کو معلوم کر سکے جو اس کی سچائی کی طرف رہنمائی کرے اور اسے تخلیق کے راز معلوم کرنے میں مدد دے۔'' (12)

''جہان پر نظر کر اور اس میں غور کر۔ بے شک یہ تیرے سامنے اپنے نفس کی کتاب کھول کر رکھ دے گا اور تو اس میں پڑھے گا جو تیرے صانع وخبیر خدا کے قلم نے اس میں تحریر کیا ہے۔''(13)

''علم انسان کا دست وباز واور ترقی کا زینہ ہے۔اس کا حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔''(14)

حصہ 6:

وحدتِ عالمِ انسانی ایک ایسا موضوع ہے جو آج کل ہر جگہ لوگوں کے دلوں میں گونجتا ہے اور بہت سے لوگ درجِ ذیل نظریات پر آپ کے ساتھ گفتگو کا خیر مقدم کریں گے:

ایک باغ جہاں کئی رنگ وخوشبو والے پھول ساتھ ساتھ اُگے ہوں آنکھوں کو بھاتا ہے۔اور اگر چہ ہر پھول مختلف ہوتا ہے لیکن ایک ہی بارش سے تازگی اور ایک ہی سورج سے حرارت حاصل کرتا ہے۔ یہی بات نوعِ بشر کے لئے بھی صادق ہے۔انسان گونا گوں نسلوں اور رنگوں سے بنے ہیں۔لیکن سب اسی خدا کی طرف سے آئے ہیں اور سب کی بنیاد ایک ہی ہے۔انسانی کنبے میں تنوع ہم آہنگی کا سبب ہونا چاہیئے،موسیقی کی مانند جس میں مختلف سُر باہم مل کر کامل دُھن کی تخلیق کرتے ہیں۔

وجود کے لئے اتحاد ضروری ہے۔محبت زندگی کا اصل سبب ہے۔ مادی دنیا میں تمام چیزوں کے عناصر قانونِ کشش سے آپس میں جڑے رہتے ہیں۔یہی قانونِ کشش ہے جو مخصوص عناصر کو آپس میں ملا کر ایک خوبصورت پھول کی شکل دیتا ہے۔لیکن جب یہ کشش سَلب کر لی جاتی ہے تو پھول تحلیل ہو جاتا ہے اور اس کا وجود نابود ہو جاتا ہے۔یہی صورتحال نوعِ بشر کی بھی ہے۔کشش،ہم آہنگی اور اتحاد وہ قوتیں ہیں جو نوعِ بشر کو آپس میں جوڑتی ہیں۔

حضرت بہآءاللہ نے دنیا کے سب لوگوں کو متحد کرنے کا ایک خاکہ تشکیل دیا ہے۔ہمیں سب لوگوں کو اتحاد کے اس دائرے میں لانے کی ہر ممکن کوشش کرنی ہوگی۔ جب ہم اپنے سے مختلف نسلوں،قوموں،دینوں اور خیالات کے لوگوں سے ملتے ہیں تو ہمیں ان اختلافات کو اپنے درمیان رکاوٹ نہیں بننے دینا چاہیئے۔ہمیں انہیں نوعِ بشر کے خوبصورت باغ میں مختلف رنگوں کے گلاب کی مانند سمجھنا چاہیئے اور اس باغ سے تعلق ہونے پر خوش ہونا چاہیئے۔

1۔ گزشتہ حصہ کی طرح اوپر کے بیانات کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اپنے اردگرد ظاہر ہونے والی گفتگوؤں کے بارے میں سوچیں۔لوگوں کے

ذہنوں میں ایسے کونسے مسائل ہیں جو آپ کے لئے ان نظریات کو ان کے ساتھ شیئر کرنے کا امکان بن سکتے ہیں؟

2۔ نوعِ انسان کی وحدانیت پر گفتگو آپ کے اپنے سماج میں اتحاد کی اہمیت کے بارے میں گفتگو کا باعث بن سکتی ہے۔کیا آپ اس بارے میں کچھ الفاظ کہہ سکتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک اس میں کس طرح حصہ ڈال سکتا ہے؟

3۔ آپ حضرت بہآءاللہ کے بیانات مبارکہ سے درج ذیل ایک یا ایک سے زائد اقتباسات کو زبانی یاد کرنا چاہیں گے تا کہ آپ اپنے دوستوں کے ساتھ اس موضوع پر بات کرتے ہوئے ان کا حوالہ دے سکیں:

''خیمۂ وحدت تان دیا گیا ہے تم ایک دوسرے کو اجنبیوں کی نظر سے مت دیکھو۔تم ایک ہی درخت کے پھل اور ایک ہی شاخ کے پتے ہو۔''(15)

''اتحاد کی روشنی اتنی طاقتور ہے کہ وہ پوری دنیا کو منور کرسکتی ہے۔''(16)

''اپنی توجہ اتحاد کی طرف کرو اور نورِ اتفاق سے خود کو منور کرو۔تم خدا کی خاطر ایک جگہ جمع ہو جاؤ اور جو کچھ تمہارے درمیان اختلاف کا باعث ہے اس کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکو۔''(17)

''انسان پر لازم ہے کہ وہ بڑی احتیاط سے اس چیز کو اختیار کرے جو دوستی، مہربانی اور اتحاد کو رواج دیتی ہو۔''(18)

حصہ 7:

درج ذیل بیان انصاف کے موضوع پر گفتگوؤں میں اعانت کرنے میں آپ کی مدد کرے گا، جو اکثر لوگوں کے لئے ایک اہم مسئلہ ہے۔

افراد میں صلاحیتوں کا تفاوت انسانی وجود کے لئے بنیادی ہے۔ پس سب لوگوں کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ ہر لحاظ سے برابر ہو جائیں۔ تاہم مکمل طور پر تمام انسانی امور کو انصاف کے اصول کے تحت منظم ہونا چاہیئے۔ انصاف کو مقدس ہونا چاہیئے اور ہر شخص کے حقوق محفوظ ہونے چاہییں۔

انصاف کوئی محدود شئے نہیں ہے، یہ ایک عالمگیر خصوصیت ہے۔ اسے انسانی زندگی کے ہر شعبے میں کارفرما ہونا چاہیئے۔ معاشرے کے ہر فرد کو تہذیب و تمدن کے فوائد سے فیضیاب ہونا چاہیئے کیونکہ ہر فرد نسلِ انسانی کے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر اس جسم کا ایک حصہ درد یا تکلیف میں ہوگا تو دیگر تمام اعضاء کو ناگزیر طور پر تکلیف ہوگی۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک بے آرام ہو اور دوسرے سب سکون میں ہوں؟ آج کے معاشرے میں ضروری تعاون اور توازن کا فقدان ہے یعنی مناسب طور پر منظم نہیں۔ ایسے قوانین واصول لازم ہیں جو پورے انسانی خاندان کے ہر عضو کی فلاح و بہبود اور خوشی کی ضمانت فراہم کریں۔

انصاف جزا و سزا کے ستونوں پر قائم ہے۔ حکومتیں جن کے حکمران ایمان سے عاری ہیں اور جزائے الٰہی کے خوف سے بے پرواہ ہیں وہ غیر منصفانہ قوانین جاری کریں گے۔ ظلم و زیادتی کو روکنے کے لئے جزا کی امید اور سزا کا خوف دونوں ضروری ہیں۔ قانون سازوں اور منتظمینِ قانون کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا چاہیئے کہ ان کے فیصلوں کے روحانی نتائج کیا ہونگے۔ وہ حکمران جو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اعمال کے نتائج اس دنیاوی زندگی کے بعد ان کے سامنے آئیں گے اور جو جانتے ہیں کہ ان کے فیصلوں کو عدلِ الٰہی کے ترازو میں تولا جائے گا تو وہ یقیناً ظلم اور جبر سے اجتناب کریں گے۔

1۔ ایک بار جب آپ مندرجہ بالا نظریات کو فطری انداز میں بیان کرنا سیکھ لیں تو غور کریں کہ بیان میں پیش کردہ بصیرتوں سے گفتگو کے کون سے موضوعات مستفید ہوں گے۔

______

______

______

______

______

______

2۔ آپ اس شخص کو کس طرح جواب دیں گے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ ناانصافی کبھی ختم نہیں ہوگی؟

3۔ حضرت بہآءاللہ کے آثار مبارکہ سے درج ذیل چند اقتباسات انصاف سے متعلق ہیں، انہیں زبانی یاد کرنے کی تشویق کی جاتی ہے۔

''بندوں کے واسطے انصاف ایک چراغ ہے، اسے ظلم وستم کی ہوا کے جھونکوں سے گُل نہ کرو۔ اس سے مقصود بندوں کے درمیان اتحاد کا اظہار ہے۔''(19)

''کوئی روشنی عدل کی روشنی کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ دنیا کے انتظام اور نوع بشر کے سکون کا دارومدار اِسی پر ہے۔''(20)

''دنیا کا مربی عدل ہے کیونکہ یہ دوستونوں پر قائم ہے یعنی جزا اور سزا۔ یہ دونوں ستون دنیا کی زندگی کے منابع ہیں۔''(21)

حصہ 8:

ہرگزرتے دن کے ساتھ امیر اور غریب کے درمیان فرق بڑھتا جارہا ہے اور درج ذیل بیان آپ کو اس موضوع اور متعلقہ موضوعات پر دوستوں سے گفتگو کرنے میں مدد کرے گا۔

آج کل باہمی تعامل اور ہم آہنگ روابط کی کمی کی وجہ سے معاشرے کے بعض اعضاء انتہائی آرام وآسائش کی زندگی بسر کرتے ہوئے مطمئن ہیں، جبکہ دیگر کھانے اور سر چھپانے کے لئے ضرورت مند ہیں۔ بعض بے انتہا دولت مند ہیں اور دیگر انتہائی غربت میں رہتے ہیں۔
سماج کے قوانین کو اس طرح مرتب اور نافذ کرنا چاہئے کہ کچھ لوگوں کا بے تحاشہ دولت جمع کرنا اور دوسروں کا اس سے محروم رہ جانا ممکن ہی نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب کو برابر ہونا چاہیئے کیونکہ درجے اور صلاحیتوں میں تفاوت تخلیق کی خصوصیات ہیں۔ لیکن دولت کی افسوسناک حد تک کثرت کے ہمراہ بگاڑنے والی اور مایوس کُن غربت کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی سرمایہ دار کے لئے دولت کا مالک ہونا درست ہو، اسی طرح یہ بھی انصاف ہے کہ مزدور کے پاس زندگی گزارنے کے لئے کافی وسائل موجود ہوں۔ جب ہم انتہائی غربت دیکھتے ہیں تو یقیناً کہیں نہ کہیں ظلم موجود ہے۔
معاملے کا جوہر یہ ہے کہ عدلِ الٰہی کو انسانی حالات میں ظاہر ہونا ہوگا۔ پوری اقتصادی حالت کی بنیادیں فطری طور پر ملکوتی ہیں اور عالمِ قلب و روح سے وابستہ ہیں۔ دولت مندوں کو اپنی ثروت میں سے بخشنا چاہیئے۔ انہیں اپنے دلوں کو نرم کرنا چاہیئے اور مشفقانہ ذہنیت پیدا کرنی چاہیئے۔

دلوں کو اس قدر الفت کے ساتھ قریب ہونا چاہیئے، محبت کو اتنا غالب ہو جانا چاہیئے کہ دولت مند افراد بے حد خوشی سے مستقل معاشی اصلاحات کے قیام کے لئے اقدامات کریں۔ انہیں یہ بات خود سمجھنی چاہیئے کہ یہ نہ تو عدل ہے اور نہ ہی جائز کہ وہ بے حد دولت کے مالک ہوں جبکہ سماج میں یکسر غربت موجود ہو۔ اس طرح وہ اپنی خوشی سے اپنی ثروت سے بخشیں گے جبکہ اتنا اپنے لئے رکھ لیں گے کہ زندگی آرام سے گزارنے کے قابل ہوں۔

1۔ بیان کو پڑھیں اور ہمیشہ کی طرح اپنے گروپ میں اس کا مطالعہ کریں۔ لوگوں کے ذہنوں میں کئی مسائل ہیں جن کا تعلق ثروت اور غربت ہیں: مثلاً روزگار، اجرتیں، رہائش، وغیرہ۔ کیا آپ چند دوسرے موضوعات کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جن پر گفتگو میں اس بیان میں دیئے گئے تصورات مفید ہو سکتے ہیں؟

____

____

____

____

2۔ آپ کیا جواب دیں گے اگر کوئی آپ سے درج بالا تصورات کا ذکر سن کر یہ پوچھے کہ ''کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ دولت مند ٹیکس کے سخت قوانین کو سمجھیں گے اور ان کی حمایت کریں گے اور وہ اپنی مرضی سے جو انہیں واقعی ادا کرنا چاہئے ادا کریں گے؟ آپ کو کیوں لگتا ہے کہ یہ ممکن ہے؟''

____

____

____

____

3۔ یہ تجویز دی جاتی ہے کہ حضرت بہآءاللہ کے ان آثارِ مبارکہ میں سے ایک یا دو اقتباسات حفظ کریں:

''۔۔۔ تمہیں چاہیئے کہ نئے نئے اچھے پھل دو۔ تا کہ تم خود اور دوسرے لوگ بھی اس سے فائدہ حاصل کریں۔ لہذا سب پر واجب ہے کہ دستکاریوں اور پیشوں میں مشغول ہوں کیونکہ اس میں ثروت کا راز پوشیدہ ہے۔ اے صاحبانِ عقل!'' (22)

''اگر تیری نظر خدا کے فضل پر ہے تو اپنے نفع کا خیال چھوڑ دے اور اس سے جُڑ جا جو انسانیت کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اور اگر تیری نظر اُس کے عدل پر ہے تو اپنے ہمسائے کے لئے بھی وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔'' (23)

''خوش بخت ہے وہ شخص جو اپنے بھائی کو خود پر ترجیح دیتا ہے۔'' (24)

''نیکی کا کوئی کام نہ کبھی ضائع ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا کیونکہ فیاضی کے کام ایسے خزانے ہیں جو خدا کے پاس ان کے کرنے والوں کے مفاد کے لیے محفوظ ہیں۔'' (25)

''۔۔۔۔خیال رکھنا کہ اعتدال کی حدوں کو پار نہ کرو اور اسراف کرنے والوں میں شمار نہ ہو۔'' (26)

حصہ 9:

ذیل میں کچھ نظریات ہیں جو تعصب کے موضوع پر گفتگوؤں میں حصہ لینے میں آپ کی مدد کریں گے۔

تعصب اپنی تمام صورتوں یعنی دینی، نسلی، جنسی، قومی اور اقتصادی میں ہیکلِ نوعِ بشر کو تباہ کر دیتا ہے اور خدا کے احکامات کے خلاف ہے۔ ہزاروں سالوں سے انسانیت نے کسی نہ کسی تعصب کے باعث ہونے والی جنگ اور خونریزی سہی ہے۔ جب تک یہ تعصّبات قائم رہیں گے انسانیت کو آرام نہیں ملے گا۔

خدا نے اپنے پیغمبروں کو محبت اور اتحاد پیدا کرنے کے واحد مقصد کے لئے بھیجا ہے۔ تمام آسمانی کتابیں محبت بھرے تحریر شدہ کلمات ہیں۔ اگر وہ بیگانگی کا سبب بنیں تو وہ بے ثمر ہو چکے ہیں۔ چنانچہ دینی تعصب خاص طور پر خدا کی مرضی اور حکم کے خلاف ہے۔

قومی تعصب سراسر بلا جواز ہے۔ کرّہِ ارض ایک سرزمین اور ایک وطن ہے۔ لکیریں اور حدود جو قوموں کو علیحدہ کرتی ہیں خیالی ہیں۔ یہ خدا کی بنائی ہوئی نہیں ہیں۔ لوگ ایک دریا کو دونوں ممالک کے مابین ایک حد بندی لائن قرار دیتے ہیں اور ہر طرف کو ایک نام دے دیتے ہیں جبکہ دریا دونوں کے لئے پیدا کیا گیا تھا اور سب کے لیے ایک فطری شریان ہے۔ کیا یہ وہم اور جہالت نہیں جو لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ زندگی کی عنایات کو جنگ اور تباہی کا سبب بنالیں؟

نسلی تعصب محض توہم کے سوا کچھ نہیں۔ کسی شخص کی جِلد کا رنگ محض اس کے آباواجداد کا آب وہوا اور ماحول سے وقت کے ساتھ ساتھ موافقت کا نتیجہ ہے۔ کردار انسانیت کا حقیقی معیار ہے۔ کمال نسل اور رنگ پر منحصر نہیں۔ ایمان، دل کی پاکیزگی، اچھے اعمال و رقابل ستائش گفتار خدا کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔

ایک طویل عرصہ تک عورتوں کو مردوں کے ماتحت اور مظلوم رکھا گیا ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان امتیاز جسمانی دنیا کی ضرورت ہے، روح کے عالم میں وہ برابر ہیں۔ خدا کے نزدیک مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں۔ اُس نے تمام نوع انسان کو عقل اور ادراک سے نوازا ہے۔ ہر ایک میں صفات حاصل کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ آج کوئی ایسی صورتِ حال نہیں جس میں ایک شخص کی جنس امتیازی سلوک کرنے کے لئے بنیاد فراہم کرے۔

پُرانے عہد نامہ کے الفاظ کے مطابق خدا نے کہا، '' آؤ اب ہم انسان کو اپنی صورت پر بنائیں، وہ ہم سے مشابہت رکھے۔'' یہ بات واضح طور پر خواتین پر بھی لاگو ہوتی ہے۔ انسان کو خدا کی شبیہہ پر بنایا گیا ہے یعنی ملکوتی صفات انسانی حقیقت میں منعکس اور ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ پوری نوعِ بشر کے لئے صادق ہے۔ یہ دعویٰ کس قدر غیر مستحکم ہے کہ صرف ایک ہی رنگ، نسل یا قومیت کے لوگ ہی خدا کی مشابہت پر بنائے گئے تھے۔ یہ

دلیل کتنی نامعقول ہے کہ صرف دولت مند ہی خدا کی شبیہہ پر بنے ہیں یا یہ سوچنا کہ قربِ الٰہی کے لئے معاشرے میں اعلیٰ مقام ہی شرط ہے۔ ترکِ تعصّبات اور اخلاقِ ملکوت کے حصول کے بغیر نوعِ بشر نورانیت حاصل نہیں کر سکتی۔

1۔ اس بیان کا گزشتہ حصوں کی طرح مطالعہ کریں اور چند للکاروں کے بارے میں سوچیں جو دوستوں اور پڑوسیوں کے ساتھ گفتگوؤں میں سامنے آئیں جو تعصب کے خاتمے کا مطالبہ کرتی ہیں۔

2 ۔ اگر کوئی آپ کے درج بالا نظریات کے شئیر کو سن کر آپ سے پوچھے: ''کیا یہ ممکن ہے ہم تعصب رکھتے ہوں اور اس سے انجان ہوں؟''، تو آپ کیا جواب دیں گے؟

3۔ ممکن ہے آپ کو موقع ملے کہ حضرت بہآء اللہ کی درج ذیل تحریروں سے کسی ایک یا زیادہ اقتباسات کو ان تصورات پر مبنی اپنی گفتگوؤں میں شامل کریں۔

''تمام دنیا صرف ایک ہی وطن ہے اور نوع انسان اس کے باشندے ہیں۔'' (27)

''دنیا کے سب نوخیز پودے ایک ہی درخت سے نمودار ہوئے ہیں اور سب قطرے ایک ہی سمندر سے اور سب مخلوقات اپنے وجود کے لئے ایک ہی وجود سے موجود ہیں۔'' (28)

''درحقیقت انسان وہ ہے جو آج کے دن اپنے آپ کو پوری نسل انسانی کی خدمت کے لئے وقف کر دیتا ہے۔'' (29)

''اچھے کردار کا نور سورج کے نور سے زیادہ روشن ہے اور اس کی چمک سے زیادہ چمکدار۔'' (30)

''انسان کا امتیاز اس کی زینت اور ثروت میں نہیں بلکہ نیک چال چلن اور حقیقی سمجھ بوجھ میں ہے۔'' (31)

''خدا تمہیں ہر حالت میں وہموں کے بتوں کو توڑنے اور لوگوں کے دلوں پر پڑے غفلت کے پردوں کو اٹھانے کی توفیق بخشے۔'' (32)

''وہ بندہ سب سے بڑا غافل ہے جو صرف لفظوں پر جھگڑتا ہے اور اپنے بھائی پر بڑائی چاہتا ہے۔'' (33)

حصہ 10:

دوستوں سے گفتگو کے دوران آپ عورت اور مرد کی مساوات کے بارے میں درج ذیل بیان میں دیئے گئے تصورات سے اکثر استفادہ کرنے کے قابل ہوں گے:

طبعی سورج اپنی روشنی اور حرارت کے ذریعہ زمین پر موجود تمام چیزوں کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ درخت میں چھپا ہوا پھل سورج کی طاقت کے جواب میں اس کی شاخوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح شمسِ حقیقت نے پوری شان وشوکت سے روحانی آسمان پر چمکتے ہوئے ایسے حقائق کو ظاہر کیا ہے جو ماضی میں آشکار نہیں تھے۔ اسی لئے اس دور میں مرد اور عورت کی مساوات کے اصول کو پوری طرح سے تسلیم کر لیا گیا ہے اور اب یہ ایک قائم شدہ حقیقت ہے۔

حضرت بہآء اللہ نے واضح ترین الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ خدا کی نظر میں مرد اور عورت میں کوئی امتیاز نہیں۔ ماضی کے تمام ادوار میں جو عدم مساوات موجود رہی ہے اس کی وجہ مردوں کی برتری نہیں تھی۔ اس کی تنہا علّت یہ ہے کہ عورتوں کو اپنی تمام صلاحیتوں کو ترقی دینے کے لئے مردوں کے برابر مواقع دیئے ہی نہیں گئے تھے۔ ان کے خلاف تمام تر تعصّبات کے باوجود تاریخ میں متعدد ایسی خواتین کی زندگی کے حالات ثبت ہیں جنہوں نے اعلیٰ ترین کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

ایسی ہی ایک خاتون ایرانی شاعرہ طاہرہ تھیں۔ آپ ۱۸۰۰ء کے اوائل میں ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئیں جہاں خواتین مکمل طور پر مردوں کے ماتحت تھیں۔ آپ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے خدا کے نئے ظہور کی سچائی کو قبول کیا۔ ایک نئے دن کے طلوع کا مشاہدہ کرتے ہوئے وہ قائل ہوگئی تھیں کہ اب وقت آچکا ہے کہ مساواتِ مرد و زَن کی حقیقت کو تسلیم کیا جائے۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اس حقیقت کے پرچار پر لگا دیا۔ آپ کے علم اور دانش نے آپ کے ہم عصر بڑے بڑے جید علماء کو لاجواب کر دیا۔ اگر چہ ایک ظالم و جابر بادشاہ اور خودسر اور مغرور دینی پیشواؤں کا گروہ آپ کی مخالفت پر کمر بستہ تھا لیکن آپ نے ایک لمحہ بھی حقیقت کو بیان کرنے سے توقّف نہ کیا۔ اور آخر کار آپ نے اس امر کے لئے جس پر آپ نہایت ثابت قدمی سے قائم تھیں اپنی جان قربان کر دی۔

جو بات خدا نہیں چاہتا اس پر اعتقاد رکھنا جہالت اور توہم پرستی ہے۔ آج عورتوں کو تعلیم حاصل کرنے اور انسانی کاوشوں کے ہر میدان میں مردوں کے مساوی حیثیت اختیار کرنے کے تمام مواقع فراہم کرنا چاہیئں۔ جب تک عالم روحانی کی طرح اس دنیا میں عورتوں اور مردوں کی برابری

ایک حقیقت نہیں بن جاتی تب تک نوع بشر کی حقیقی ترقی ناممکن ہے۔

1۔ ہمیشہ کی طرح آپ کو چاہیئے کہ اس بیان کا اپنے گروپ میں خوب مطالعہ کریں اور ان تصورات کو پیش کرنے کی مشق کریں۔ کیا حال ہی میں آپ کے دوستوں کے ساتھ ایسی کوئی گفتگو ہوئی ہے جو اس میں پیش کردہ بصیرت سے مستفید ہو سکتی تھی؟ زیرِ بحث مسائل کیا تھے؟

2۔ آج کے معاشرے میں رائج چند ایسے عقائد اور روّیوں کی مثال دیں کہ اگر خواتین کو کوشش کے تمام میدانوں میں مردوں کے ساتھ برابر مقام حاصل کرنا ہے، تو انہیں تبدیل کرنا لازم ہے؟

3۔ درج ذیل حضرت بہآء اللہ کے آثار مبارکہ سے چند اقتباسات ہیں جنہیں آپ زبانی یاد کرنا چاہیں گے۔

''خدا کی نظر میں عورتیں اور مرد ہمیشہ سے برابر رہے ہیں اور ہمیشہ ہی رہیں گے۔''(34)

''کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہم نے تم کو ایک ہی مٹی سے کیوں پیدا کیا؟ اس لئے کہ کوئی شخص دوسرے شخص پر فخر نہ کرے۔''(35)

''آج کے دن ملکوتی رحمت کے ہاتھ نے تمام امتیازات کو مٹا دیا ہے۔ خدا کے بندوں اور اس کی کنیزوں کو ایک ہی مرتبہ کا حامل سمجھا جاتا ہے۔''(36)

حصہ 11:

آخری بیان جسے آپ سے مطالعہ کے لئے کہا جا رہا ہے وہ عمومی تعلیم و تربیت کے موضوع پر ہے:

تعلیم و تربیت کا فروغ ہمارے دور کی ایک فوری ضرورت ہے۔ کوئی قوم اس وقت تک خوشحالی حاصل نہیں کر سکتی جب تک وہ تعلیم و تربیت کو اپنی توجہ کا محوّر نہ بنالے۔ کسی قوم کے زوال کی اصل وجہ علم تک رسائی کا فقدان ہے۔

تعلیم و تربیت کا آغاز نوزائیدگی سے ہی ہونا چاہیئے۔ یہ ہر ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کرنے کی بھرپور کوشش کریں، روحانی اور اخلاقی قوانین کے مطابق اُن کے کردار کی تشکیل کریں اور یہ بات یقینی بنائیں کہ وہ علوم وفنون کی تربیت پا رہے ہیں۔ مائیں نوع بشر کی پہلی مربی ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو علم کی چھاتی سے دودھ پلاتی ہیں۔ ہر بچے کو تعلیم و تربیت ملنی چاہیئے اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ اگر والدین اخراجات برداشت کر سکتے ہیں تو انہیں ایسا کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ سماج پر لازم ہے کہ وہ بچے کی تعلیم و تربیت کے وسائل مہیا کرے۔

تعلیم و تربیت کو ہر انسان میں کمالات حاصل کرنے کی خواہش بیدار کرنی چاہیئے۔ ہمیں انسانی کمالات سے مزین ہونا چاہیئے اور بڑے ذوق و شوق سے انہیں اپنانے کی جستجو کرنی چاہیئے۔ ہمیں روحانی امتیازات کی آرزو کرنی چاہیئے اور عالمِ انسانی کی خوبیوں یعنی خلوص، وفاداری، انسان ذات کی خدمت، پیار اور عدل کی وجہ سے مشہور ہونا چاہیئے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم امن اور اتحاد پھیلانے کی کوششوں اور سکھلائی کو فروغ دینے کی وجہ سے ممتاز ہوں۔ اس راہ کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرنا ہی تعلیم و تربیت کا اصل کام ہے۔

1۔ اس عبارت کا اپنے گروپ میں مطالعہ کرنے کے بعد تعلیم و تربیت کے بارے میں آپ کے دوستوں کی فکرمندیوں کی نشاندہی کریں۔ مذکورہ بالا نظریات ان فکرمندیوں کو کس طرح دور کر سکتے ہیں؟

____

____

____

____

____

2۔ تجویز دی جاتی ہے کہ آپ حضرت بہآءاللہ کے آثار مقدسہ میں سے درج ذیل اقتباسات میں سے ایک یا دو کو زبانی یاد کرلیں:

''یہ بات پسندیدہ نہیں کہ آدمی کو علم یا ہنر کے بغیر چھوڑ دیا جائے، کیونکہ اس صورت میں وہ شخص ایک بے ثمر درخت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔'' (37)

''اپنے ذہنوں اور ارادوں کو لوگوں کی تعلیم و تربیت میں مصروف کرو۔۔۔'' (38)

''عالمِ وجود کی بلندی و برتری کا باعث علوم وفنون اور صنعتیں ہیں۔'' (39)

''بیشک انسان کے لئے اس کا حقیقی خزانہ اس کا علم ہے۔ انسان کی عزت و نعمت، آسائش و راحت اور خوشی و خرمی کا ذریعہ یہی ہے۔'' (40)

حصہ 12:

امن ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہر ایک کے ذہن میں موجود ہے۔ اس کا قیام نہایت ضروری اور فوری ہے۔ اب جب کہ آپ نے گزشتہ بیانات میں پیش کردہ اصولوں کے بارے میں فکر و تدبر کیا ہے تو آپ عالمی امن کے سوال پر غور کرنا سودمند پائیں گے۔

اگرچہ یہ بڑی حد تک حکومتوں پر منحصر ہے کہ وہ جنگ کے خاتمہ کے لئے عملی اقدامات کریں۔ تنازعات کو حل کرنے اور اسلحہ کی کمی کے لئے سیاسی معاہدے، اور اسی طرح قوموں کے درمیان بین الاقوامی تعاون کی لاتعداد شکلیں، امن کے حصول کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے باوجود چاہے یہ اقدامات خواہ کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں پائیدار امن کی جانب نہیں لے جائیں گے جب تک کہ قبل ازایں بیان کردہ اصول دنیا کے ہر کونے میں قائم نہ ہو جائیں۔ ہمیں خود سے پوچھنا ہوگا کہ جب تک لوگ حقیقت کی تحقیق کرنے کے بارے میں نہیں سیکھیں گے اور یہ بات نہیں جانیں گے کہ سچائی ایک ہے کیا نسل در نسل دشمنیاں جاری نہیں رہیں گی؟ ہم سب کی ایک ہی ابتدا ہے۔ خدا ہم سب پر نظر رکھتا ہے اور اپنے مظاہرِ ظہور کے وسیلے ہماری تربیت کرتا ہے۔ ان کی تعلیمات محبت اور بھائی چارے کی واحد بنیاد پر قائم ہیں۔ صرف اسی وقت جب وحدتِ ادیان تسلیم کر لیا جائے تو ہی دینی فسادات ختم ہو جائیں گے اور دین کا نور امن کی راہ کو روشن کرے گا۔ اسی طرح ہمیں مزید خود سے یہ پوچھنا ہوگا کہ کیا سائنس اور دین کے لئے ہم آہنگ ہو کر کام کرنا ضروری نہیں تا کہ وہ جہالت کے اندھیروں کو دور کر سکے اور تعصب کی ہر قسم کے جھوٹ کو ظاہر کرے، تعصّبات جن میں سے ہر ایک امن کے لئے ایک زبردست رکاوٹ ہے؟ ایک اور سوال یہ ہے کہ اگر دنیا کے ہر کونے میں امیر اور غریب کے درمیان موجود بے ترتیب عدم مساوات پر توجہ نہیں دی گئی تو کیا ایک پُرامن دنیا کی تعمیر کی جا سکتی ہے؟ اور جب تک خواتین کو مردوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر انسانی جدوجہد کے تمام دائرہ کار میں چلنے کی اجازت نہ دی جائے گی، تشدد جو تاریخ کی خصوصیت رہا ہے امن اور حقیقی خوشحالی کو جگہ نہ دے گا۔ اُبھرتی ہوئی نسلوں کو ایسے اصولوں کے مطابق عالمگیر سطح پر تعلیم و تربیت دینی ہوگی، بصورت دیگر امن کی ہر امید بکھر جائے گی۔ آپ حضرت بہآءاللہ کے درج ذیل الفاظ کو یاد کرنے کی خواہش کر سکتے ہیں تا کہ آپ انہیں نوعِ بشر کی مستقبل کی فکر رکھنے والوں کے ساتھ شیئر کر سکیں:

''نوعِ بشر کی بھلائی اور اس کا امن و تحفظ اس وقت تک حاصل کرنا ناممکن ہے جب تک کہ اس کا اتحاد و اتفاق مضبوطی سے قائم نہ کر دیا جائے۔'' (41)

تزئیدِ معلومات کے موضوعات

مقصد

روحانی اہمیت کے موضوعات پر گفتگو کرنے کے لئے
دوستوں اور پڑوسیوں سے ملاقات کی عادت پیدا کرنا

حصہ 1:

یہ تیسرا یونٹ گزشتہ یونٹ کی طرح ان صلاحیتوں سے متعلق ہے جو ہمیں بامعنی، مسرور کُن اور روح پرور گفتگوؤں میں داخل ہونے کے قابل بناتی ہیں۔ دوسرے یونٹ میں ہماری توجہ ان سامنے آنے والے متعدد مواقع پر تھی جن میں روحانی اصولوں کا حوالہ دیتے ہوئے گفتگو کی سطح بلند کی جاتی ہے۔ یہاں اب ہم اپنی توجہ دوستوں اور پڑوسیوں کے گھروں میں کی جانے والی ملاقاتوں کی طرف مرکوز کرتے ہیں جن میں مل کر سماجی زندگی کے مرکزی موضوعات کی کھوج لگائی جاتی ہے۔

پوری دنیا میں دیہاتوں اور محلوں میں دوستوں کے گروپ باہمی وابستہ فعالیتوں کے ایک مجموعہ میں شدت سے مصروفِ عمل ہیں جن میں باقاعدہ و منظم دعائیہ اجتماعات، بچوں کی روحانی تربیت کی کلاسیں، نوجوانوں کی ملاقاتیں، سٹڈی سرکلز اور جوانوں کے کیمپس اور متعدد اقسام کے کیمپین شامل ہیں۔ جیسے جیسے سرگرمی کا یہ نمونہ ایک علاقے میں جڑ پکڑتا ہے اور جیسے جیسے بڑھتی ہوئی تعداد میں لوگ خدمت کے اعمال کے لئے خود کو وقف کرتے ہیں تو دوستوں کا مرکزہ (nucleus) حجم اور قوت میں بڑھتا ہے۔ سماجی تعمیر کا عمل جواب متحرک ہو رہا ہے، کے اہم ترین اجزاء میں سے ایک گاؤں یا محلّے میں بڑھتی ہوئی تعداد میں گھروں پر ملاقاتوں کا ایک منظم پروگرام ہے۔ اس طرح کی ملاقاتوں کے دوران متنوع موضوعات پر توجہ دی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک بہائی بچوں کی کلاس کے معلم کو متواتر طور پر بچوں کے والدین سے ملاقاتیں کرنی ہوتی ہیں تاکہ تعلیم و تربیت سے متعلق موضوعات پر تبادلۂ خیال کر سکیں۔ اسی طرح کی ملاقاتیں نوجوانوں اور جوانوں کے گھروں پر اپنی میٹروں اور ٹیوٹروں کے ذریعے کی جانی چاہیئں تاکہ انسان کی زندگی کے ان امید افزا سالوں سے وابستہ للکاروں اور مواقعوں سے متعلق موضوعات پر بات چیت کی جا سکے۔ امرِ مبارک کے بارے میں معلومات کی تزئید کے لئے ایک خاندان کے ارکان کے ساتھ کی جانے والی گفتگوئیں بھی اتنی ہی ضروری ثابت ہوتی ہیں۔ مجموعی طور پر سماج میں اُبھرنے والی رفاقت کی ثقافت پر اس طرح کی ملاقاتوں کی تاثیر کے بارے میں جتنا بھی کہا جائے کم ہے۔

حصہ 2:

اس یونٹ کے مقصد کے لئے ہم ایک خیالی محلے کو دیکھیں گے جس میں مذکورہ بالا عمل پیشرفت کر رہا ہے اور ہم اسے گفتگو کی اقسام کا جائزہ لینے کے لئے سیاق و سباق کے طور پر استعمال کریں گے جو کسی گھریلو ملاقات کے دوران سامنے آسکتی ہیں۔

الیھا ندرا ایک جوان خاتون ہے جو یونیورسٹی کے تیسرے سال میں ہے۔ وہ اور اسکا ایک بھائی جو طالب علم ہے اپنے والدین کے ساتھ ہمارے تصور کردہ محلے میں اُس گھر میں رہتے ہیں جہاں وہ پیدا ہوئے اور پلے بڑھے۔ وہ چاروں اور ایک جوان جوڑا جو حال ہی میں اس محلے میں منتقل ہوا ہے ہر ہفتہ دعا کے لئے اور اپنے اردگرد ہونے والی سرگرمیوں کی پیشرفت پر مشورت کے لئے ملتے ہیں جو تقریباً 8,000 افراد کے ساتھ انجام پا رہی ہیں۔ ان ہفتہ وار ملاقاتوں میں وقتاً فوقتاً تین دیگر افراد بھی شریک ہو رہے ہیں اور نہ صرف اپنی خدمات پر بلکہ سماج سازی کے پورے عمل پر بھی منظم غور و فکر کرنے کا آغاز کر رہے ہیں: ایک ایسی بچوں کی کلاس کا معلم جو چھ ماہ قبل شروع ہوئی اور دو سترہ سالہ جوان جو نوجوانوں کے گروپ کی کوششوں کی رہنمائی الیھا ندرا کے ایک بڑے بھائی کی مدد سے کر رہے ہیں۔ الیھا ندرا کا یہ بھائی نوجوانی میں انکے گروپ کا اینی میٹر تھا اور انکے والدین سے باقاعدہ ملاقاتیں کرتا تھا۔

گفتگوؤں کا پہلا سیٹ جس کا ہم جائزہ لیں گے وہ الیھا ندرا اور سانچیز خاندان کے مابین ہے، جو محلے میں ایک معروف اور معزز خاندان ہے۔ میاں بیوی کی عمریں ساٹھ کی دہائی میں ہیں اور اب جب کہ ان کے بیٹے اور بیٹیاں جوان ہو چکے ہیں تو وہ تنہا الیھا ندرا کے گھر سے چند بلاک کے

فاصلے پر رہتے ہیں۔ جناب اور بیگم سانچیز پڑھے لکھے ہیں لیکن بہت زیادہ تعلیم یافتہ نہیں۔ وہ دوررس احترام جو انہیں ملتا ہے اس حکمت کی وجہ سے ہے جو انہوں نے فراخدلی اور خالص اعمال کی زندگی میں تجربے کے ذریعے حاصل کی ہے۔ وہ کچھ عرصے سے بہائی تعلیمات سے واقف رہے ہیں لیکن حال ہی میں انہوں نے سنجیدگی سے تحقیق کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ایک ہفتہ قبل انہوں نے ایھا ندرا کے والدین کو بہائی سماج میں شامل ہونے کی خواہش سے آگاہ کیا۔ انہیں خوش آمدید کہنے کے لئے ایک ملاقاتی مجلس کا انتظام پہلے ہی سے تیار کرلیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس بات پر بھی اتفاق کیا گیا ہے کہ ایھا ندرا کئی ہفتوں تک باقاعدہ ملاقاتوں میں ان کے ساتھ موضوعات کے ایک سلسلہ شئیر کرے گی جو امرِ مبارک میں ان کے علم کو وسعت دینے میں مددگار ثابت ہو گا۔ ملاقاتوں کی تفصیل کا جائزہ لینے سے آپ ان موضوعات کی کھوج لگانے اور ساتھ ہی اس طرح کے موقعوں پر ہونے والی گفتگو کی حرکیات پر غور وفکر کرنے کے قابل ہوں گے۔

حصہ 3:

ایھا ندرا نے یہ منصوبہ بنایا کہ وہ جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ اپنی پہلی گفتگو کی بنیاد نیچے دی گئی مختصر وضاحت پر رکھے گی جس کا موضوع خدا کا ازلی ابدی میثاق ہے۔

تمام چیزوں کا خالق خدائے واحدو بے مثل و بے نیاز ہے۔ حضرت بہآءاللہ ہمیں بتاتے ہیں کہ خدا کی حقیقت انسانی ذہن کے ادراک سے بالاتر ہے، کیونکہ کوئی محدود کسی لامحدود کو سمجھ نہیں سکتا۔ لوگ خدا کے جو خاکے یا نقوش بناتے ہیں وہ سب ان کے اپنے تخیّلات کے ثمرات ہیں۔ خدا انسان نہیں اور نہ ہی وہ صرف ایک قوت ہے جو پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہم اپنے وجود کے اس منبع کو بیان کرنے کے لئے جن الفاظ کا سہارا لینے پر مجبور ہیں جیسے کہ پدرِ روحانی، قوتِ الٰہی، روحِ عظیم، ان میں سے ہر ایک خدا کے اسماء وصفات کو انسانی زبان میں ظاہر کرتا ہے اور خدا کی توصیف کرنے سے مکمل طور پر قاصر ہے۔

ہم کلماتِ مکنونہ میں پڑھتے ہیں:

''اے پسر انسان! مجھے تیری تخلیق پسند آئی لہذا میں نے تجھے خلق کیا۔ پس تو مجھ سے محبت کرتا کہ میں تیرے نام کا ذکر کروں اور تیری روح کو جو ہر حیات سے بھر دوں۔'' (1)

حضرت بہآءاللہ اس بیانِ مبارک میں ہمیں بتاتے ہیں کہ ہمارا وجود خدا کے پیار کا مرہونِ منت ہے۔ ضروری ہے کہ ہم ہر گھڑی اس پیار سے آگاہ رہیں جو ہماری حفاظت کرتا ہے، ہمیں قائم رکھتا ہے اور ہمیں روح حیات سے بھر دیتا ہے۔ تکلیف یا راحت، غم یا خوشی کے لمحات میں ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی محبت ہمیں ہمیشہ گھیرے ہوئے ہے۔

بہائی تعلیمات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ خدا نے اپنی محبت کی وجہ سے ہمیں خلق کیا لہٰذا اُس نے ہمارے ساتھ ایک عہد و میثاق قائم کیا۔ ''عہد و میثاق'' کے لفظی معنی ایک ایسا وعدہ یا قول وقرار ہے جو دو یا اس سے زیادہ لوگوں کے درمیان طے پائے۔ ابدی عہد و میثاق کے مطابق ہمارا رحیم و رحمٰن خالق ہمیں کبھی بھی اکیلا نہیں چھوڑتا بلکہ وقتاً فوقتاً وہ اپنے مظاہر ظہور میں سے ایک کے ذریعہ اپنی مرضی اور اپنا مقصد ہم پر ظاہر کرتا ہے۔

فعل ''ظاہر کرنا'' سے مراد کوئی ایسی بات یا چیز دکھانا ہے جو اس سے پہلے معلوم نہ ہو۔ خدا کے مظاہر ظہور وہ خصوصی ہستیاں ہوتی ہیں جو ہمارے سامنے کلام الٰہی ظاہر کرتی ہیں۔ وہ آفاقی مربیّان ہوتے ہیں جو ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ ہم خدا کی رضا کے مطابق کس طرح زندگی بسر کریں اور کس طرح حقیقی خوشی و مسرت حاصل کریں۔ چند مظاہر ظہور الٰہیہ میں حضرت ابراہیم، حضرت کرشن، حضرت موسیٰ، حضرت زرتشت، حضرت بدھا، حضرت عیسیٰ، حضرت محمدؐ اور بلاشبہ حضرت باب اور حضرت بہآءاللہ جو انسانی تاریخ میں اس دور کے لئے خدا کے جڑواں مظاہر ظہور ہیں۔

پس ابدی عہد و میثاقِ الٰہی میں خدا نے ہمیشہ اپنا حصہ پورا کیا ہے۔ ایک بنیادی سوال جو ہم سب کو خود سے پوچھنا چاہیئے یہ ہے کہ ''میں اس عہد و میثاق میں اپنا حصہ کیسے پورا کروں؟'' اس کا جواب ہمیں تمام دینی صحائف میں ملتا ہے: مظہر ظہور الٰہی کی شناخت اور اس کی تعلیمات کی تعمیل کرنے کے ذریعے۔ یہ جواب ہماری زندگی کے مقصد کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کہ خدا کو پہچاننا اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ چھوٹی نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں:

''اے میرے پروردگار! میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ تو نے مجھے اس لئے پیدا کیا ہے کہ میں تجھے پہچانوں اور تیری عبادت کروں۔ میں اس وقت اپنے عجز اور تیری قوت، اپنے ضعف اور تیرے اقتدار اور اپنے فقر اور تیری غنا کی گواہی دیتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ تو ہی مہیمن و قیوم ہے۔'' (2)

چونکہ ہمارے لئے خدا کی معرفت اس کے مظاہرِ ظہور کے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے، اس لئے اپنی زندگی کے مقصد کو ہم صرف اور صرف انہیں پہچان کر اور انکی تعلیمات پر عمل کر کے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ آج ہمارے دل اس پُرفضل وقت میں زندگی گزارنے پر شکرگزاری سے بھرپور ہیں جب تمام مقدس کتابوں میں کیا گیا وعدہ کہ امن اور انصاف زمین پر قائم کیا جائے گا، پورا ہو رہا ہے۔ حضرت بہآءاللہ اعلان فرماتے ہیں:

''یہ وہ دن ہے جب خدا کی اعلیٰ ترین عنایتیں لوگوں پر نچھاور کی گئی ہیں۔ وہ دن جب اس کی قوی ترین رحمت تمام مخلوقات میں پھونک دی کی گئی ہے۔ دنیا کی سب قوموں پر واجب ہے کہ وہ اپنے اختلافات مٹا ڈالیں اور کامل اتحاد اور امن کے ساتھ خدا کی حفاظت اور شفقت کے درخت کے سائے میں رہیں۔'' (3)

اس سے پہلے کہ ہم اپنی کہانی جاری رکھیں آپ کو چاہیئے کہ مذکورہ بالا وضاحت کو پڑھیں اور اپنے گروپ کے شرکاء کے ساتھ ہر پیراگراف پر غور و فکر کریں۔ آپ ایک دوسرے سے سوالات پوچھ سکتے ہیں اور ان کا مل کر جواب دیں، یہاں تک کہ آپ میں سے ہر ایک فطری انداز میں آسانی کے ساتھ خیالات کا اظہار کرنے کے قابل ہو جائے۔ اقتباسات کو اچھی طرح سیکھنا خاص طور پر ضروری ہے کیونکہ اس طرح کی بات چیت میں آثارِ مبارکہ سے اقتباسات پیش کرنا ناگزیر ہے۔ مندرجہ ذیل مشقیں آپ کو اس حصے میں پیش کردہ تصورات اور حوالہ جات کے معنی سمجھنے میں مدد دیں گی:

1۔ کسی شخص کو آپ کس طرح واضح کریں گے کہ خدا ایک ناقابلِ ادراک جوہر ہے؟ مندرجہ بالا میں پہلا پیراگراف آپ کے لئے اس ضمن میں مددگار ہوگا۔ ______________________________

____

2- خدا نے ہمیں کیوں خلق کیا؟

3- لفظ ''میثاق'' سے کیا مراد ہے؟

4- خدا نے اپنے ابدی عہد و میثاق میں نسلِ انسانی کے ساتھ کیا وعدہ کیا ہے؟

5- ہماری زندگیوں کا مقصد کیا ہے؟

6- اگر ہم خدا کی حقیقت کو ہرگز نہیں جان سکتے تو یہ کہ ہماری زندگی کا مقصد خدا کی شناخت ہے سے کیا مراد ہے؟

7- لفظ ''ظاہر کرنا'' سے کیا مراد ہے؟

8- چند مظاہر ظہورِ الٰہی کے نام بتائیں۔

9- اگر ہم خدا کے میثاق میں اپنا حصہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

10- درج ذیل جملوں کو مکمل کریں:

الف۔ آج کے دن خدا کی ______ لوگوں پر نچھاور کی گئی ہیں۔

ب۔ آج کے دن خدا کی ______ تمام مخلوقات میں پھونک دی گئی ہے۔

ج۔ آج کے دن ہمیں چاہیئے کہ ہم اپنے اختلافات ______________ اور مکمل اتحاد اور امن کے ساتھ ______________

____

____

11۔ حضرت بہآاللہ دنیا کے لوگوں سے کیا کرنے کو فرماتے ہیں؟ ______________________________

____

____

حصہ 4:

الیھاندرا کے ذہن میں صرف اتنا ہی نہیں کہ جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ محض اس موضوع کا مواد شیئر کیا جائے۔ وہ امید کرتی ہے کہ اس جوڑے کے ساتھ دوستی کا ایک مضبوط بندھن قائم کرے۔ اپنے ذاتی تجربے سے وہ تعصب اور سرپرستی کے مضر اثرات کو جانتی ہے۔ اس سے وہ فطری طور پر بچے گی؛ اس کی اعلیٰ تعلیم نے اس کی عاجزی کو کم نہیں کیا۔ اس کے دل میں جناب اور بیگم سانچیز سے حقیقی محبت اور احترام کے سوا اور کچھ نہیں۔ جیسے جیسے وہ غور کرتی ہے کہ وہ کس طرح پہلے موضوع کی وضاحت کرے گی، وہ خود کو یاد دلاتی ہے کہ یہ ایک جاری گفتگو کا آغاز ہے جو کئی ہفتوں میں تہہ کشا ہوگا۔ وہ یہ تسلیم کرتی ہے کہ اگرچہ خیالات کی ترتیب کو وضاحت کے ساتھ پیش کرنا ضروری ہے مگر اسے اس جوڑے کے خیالات سننے کے لئے کچھ مقامات پر رکنا چاہیئے۔ وہ خود سے کہتی ہے: ''مجھے کوشش کرنی چاہیئے کہ نہ گھبراؤں کیونکہ تب میں بات کرتی رہوں گی اور گفتگو کے تشکیل پانے کا کوئی موقع نہیں ہوگا۔'' الیھاندرا کچھ عرصے تک ان خطوط پر اپنی ملاقات کے بارے میں سوچتی رہتی ہے۔ اگر آپ اس کی جگہ ہوتے تو درج ذیل میں سے کن خیالات کا ذہن میں آنا مناسب سمجھتے؟

____ یہ میرا کام ہے کہ سانچیز کو امراللہ میں رہنمائی کروں اور یہ یقینی بناؤں کہ جو میں سکھاؤں وہ سب کچھ سیکھ لیں۔

____ یہ کتنے اعزاز کی بات ہے کہ اس زبردست جوڑے کے ساتھ کچھ وقت گزارنے اور آثارِ مبارک سے اقتباسات پیش کرنے کا موقع ملا۔

____ میں جانتی ہوں کہ یہ ملاقات اہم ہے۔ پھر بھی مجھے امید ہے کہ اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا کیونکہ مجھے اور بھی کام کرنے ہیں۔

____ اقتباسات ان کے لئے بہت مشکل ہوں گے۔ مجھے صرف آسان نظریات کا ذکر کرنا چاہیئے۔ ضروری ہے کہ ان سے محبت کا اظہار کروں۔

____ خانوادۂ سانچیز اس عمر میں زیادہ نہیں سیکھ سکتے۔

____ میں ان سے ملاقات اور انکی بصیرتوں کو سننے کی منتظر ہوں جب ہم موضوع پر تبادلہ خیال اور اقتباسات پر غور کریں گے۔

____ وہ پڑھ سکتے ہیں۔ میں صرف اس موضوع کو متعارف کروں گی اور اقتباسات ان کے پاس چھوڑ دوں گی تاکہ وہ خود مطالعہ کر لیں۔

____ خیالات پیش کرتے وقت مجھے اکثر رکنا پڑے گا تاکہ ہم اقتباسات کا ایک ساتھ مل کر مطالعہ کریں اور ان کے بارے میں مشورہ کرسکیں۔

_____ مجھے امید ہے کہ میں پورے موضوع کو بغیر مداخلت پیش کرسکوں اور آخر میں ان سے پوچھ سکتی ہوں کہ کیا ان کے پاس سوالات ہیں۔

کیا آپ دیگر جذبات کے بارے میں سوچ سکتے ہیں جو اس طرح کی ملاقات کی تیاری میں آپ میں ہوں اور نہ ہوں؟

حصہ 5:

الیھا ندرا کی جناب سانچیز کے گھر پہلی ملاقات بخوبی انجام پائی۔ وہ جوڑا اس کی گھبراہٹ محسوس کرتا ہے۔ وہ اپنی گرم جوشی اور مہربانی سے اسے پُرسکون رہنے میں مدد کرتے ہیں۔ وہ غور سے سنتے ہیں اور اقتباسات پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے گفتگو میں پوری طرح شریک ہوتے ہیں۔ مشکل کا واحد لمحہ اختتام کے وقت آتا ہے جب بیگم سانچیز الیھا ندرا کو ایک سوال کر کے تعجب میں ڈال دیتی ہیں،''کیا بہائی جامعہ میں شامل ہونے سے میں حضرت مسیح کو فراموش کر رہی ہوں؟'' الیھا ندرا اس کا جواب جانتی ہے لیکن اسے اپنے خیالات کو مجتمع کرنے میں وقت لگتا ہے۔ جناب سانچیز مسکرا کر اس کی مدد کرتے ہیں: ''میرے خیال میں جب سے ہم نے بہائی تعلیمات کے بارے میں سیکھا ہے حضرت مسیح سے میری محبت واقعی بڑھ گئی ہے۔'' الیھا ندرا جس نے اب اپنے خیالات جمع کر لئے اضافہ کرتے ہوئے کہتی ہے:''اور ایسا ہی پوری دنیا میں بے شمار لوگوں کے ساتھ بھی ہے۔ ان کا حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت کرشنا، حضرت بدھا، حضرت زرتشت اور حضرت محمدؐ سے عشق ان تعلیمات کی وجہ سے، جو حضرت بہآءاللہ وحدتِ خدا، وحدتِ ادیان اور وحدتِ نوعِ بشر کے بارے میں دیتے ہیں، تقویت پا گیا ہے۔''

آپ کے لئے مفید ہوگا کہ آپ اپنے گروپ میں چند لمحات ان خصوصیات اور روّیوں پر گفتگو میں صَرف کریں جو یقیناً الیھا ندرا کی ملاقات میں موجود ہوں گے جن کی وجہ سے وہ ملاقات اس قدر باثمر رہی۔ ان میں سے اہم ترین جس پر آپ کو غور کرنا ہے وہ عاجزی ہے۔ تمام عاجزی کی بنیاد خدا کے حضور عاجزی ہے۔ خدا کے حضور عاجزی ہی اُس کی مخلوق کے سامنے عاجزی کا سرچشمہ ہے۔ عاجزی کی اہمیت کسی بھی وقت اس سے زیادہ اہم نہیں ہوتی کہ جب کوئی خدا اور اس کے مظاہرِ ظہور کے بارے میں بات کرتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ حضرت بہآءاللہ کے درج ذیل کلمات پر غور وفکر کریں اور انہیں زبانی یاد کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں:

''احبائے الٰہی جس محفل میں بیٹھیں اور جس کسی سے ملاقات کریں انہیں چاہیئے کہ خدا کے ساتھ اپنی عقیدت اور عظمت وثناء کے ذکر میں اس قدر عاجزی وانکساری کا اظہار کریں کہ اُن کے قدموں کے نیچے خاک کا ہر ذرّہ ان کے خلوص کی گواہی دے۔ ان پاک نفوس کی گفتگو سے اس قدر قوت کا اظہار ہو کہ خاک کے وہی ذرّات اس کے جوش سے اہتزاز میں آ جائیں۔ انہیں ایسا روّیہ اور انداز اختیار کرنا چاہیئے کہ جس زمین پر وہ چلیں وہ کبھی ان سے زبانِ حال سے اس طرح خطاب نہ کرے ''مجھے تجھ پر سرفرازی ملنی چاہیئے کیونکہ دیکھو کہ میں کس طرح صبر سے اپنے اوپر چلنے والے کا بوجھ برداشت کر رہی ہوں۔ میں وہ ذریعہ ہوں جس کی بدولت تمام مخلوق کو وہ برکات ہمیشہ میسر ہوتی ہیں جو خدائے فیاض نے میرے اندر ودیعت کر رکھی ہیں۔ مجھے عطا کردہ عزت اور میرے اندر دولت کے بے شمار شواہد ہیں، ایسی دولت جو تمام مخلوق کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ اس کے باوجود میری انکساری کی انتہاء کو ملاحظہ کرو اور یہ مشاہدہ کرو کہ میں کس طرح کامل عاجزی کے ساتھ لوگوں کے قدموں سے خود کو روندنے دیتی

ہوں۔۔۔'' (4)

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے خدا کے حضور عاجزی ہی ہمارے ساتھی انسانوں کے سامنے عاجزی کا سرچشمہ ہے۔ اسی عاجزی کے ساتھ ہم اُس وقت حالتِ دعا اختیار کرتے ہیں جب ہم ایک دوست یا پڑوسی کے گھر مخصوص موضوعات کی سمجھ کو مل کر بڑھانے کے لئے ملاقات کرتے ہیں۔ گفتگو کے دوران ہم اپنے خیالات مسلسل خدا کی جانب متوجہ رکھتے ہیں اور اس سے التجا کرتے ہیں کہ ہمارے اور حاضرین کے ذہن ودل کو روشن کردے۔ بہت سی ایسی عبارات اور جملے دعاؤں میں موجود ہیں جن کو اس مقصد کے لئے زبانی یاد کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے صرف چند نیچے دیئے گئے ہیں:

''ہمارے دلوں کو روشن کر، ہمیں چشمِ بینا اور سننے والے کان بخش۔'' (5)

''اے پروردگار! اپنے بے پایاں الطاف شاملِ حال رکھ اور نورِ ہدایت چمکا۔'' (6)

''عرفان کے ابواب کھول دے اور نورِ ایمان تاباں فرما۔'' (7)

''اے پروردگار! ہماری آنکھوں کو روشن کر تا کہ تیرے نور کا مشاہدہ کر سکیں۔'' (8)

''میں تیری جانب کاملاً متوجہ ہوں، اپنے صمیمِ قلب، ذہن وزبان سے تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ اپنے اِس وحدتِ الٰہی کے دور میں مجھے ہر اُس چیز سے جو تیری رضا کے خلاف ہو محفوظ رکھ۔'' (9)

حصہ 6:

جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ ملاقات کرنے اور ان کے ساتھ ازلی ابدی میثاق کے موضوع پر گفتگو سے الیھاندرا کا دل خوشی سے سرشار ہے۔ وہ سوچتی ہے: ''اگلی ملاقات پر ان کے لئے حضرت بہآءاللہ کی زندگی کے بارے میں اپنے علم کو بڑھانے کا ایک اچھا موقع ہوگا۔'' ذیل میں وہ پیش کش ہے جس کا وہ استعمال کرے گی:

حضرت بہآءاللہ 12 نومبر 1817 کو ایران کے دارالحکومت طہران میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی آپ سے غیر معمولی اوصاف کا اظہار ہوتا تھا اور آپ کے والدین کو یقین ہو گیا تھا کہ آپ کے لئے ایک عظیم مقام مقدر ہے۔ حضرت بہآءاللہ کے والد بزرگوار جو بادشاہ کے دربار میں ایک معزز وزیر تھے اپنے اس بیٹے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ حضرت بہآءاللہ ایک بے کراں سمندر میں تیر رہے ہیں، آپ کا جسمِ مبارک دمک رہا ہے اور وسیع سمندر کو روشن کر رہا ہے۔ آپ کے سیاہ لمبے بال درخشاں ہیں اور پانی کی سطح پر تمام اطراف میں تیر رہے ہیں۔ مچھلیوں کی ایک کثیر تعداد آپ کے گرد جمع ہے اور ہر ایک نے آپ کے ایک موئے مبارک کو پکڑا ہوا ہے۔ اگرچہ مچھلیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن حضرت بہآءاللہ کے سر سے ایک بال بھی جدا نہیں ہوا۔ آپ آزاد اور بے روک ٹوک تیر رہے تھے اور سب

مچھلیاں آپ کے پیچھے پیچھے تھیں۔ حضرت بہآ ءاللہ کے والد بزرگوار نے خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لئے ایک آدمی کو بلوایا جو اپنی حکمت کے لئے مشہور تھا۔ انہیں بتایا گیا کہ خواب میں لامحدود سمندر عالمِ وجود ہے۔ حضرت بہآ ءاللہ تنہا اور بغیر کسی کی مدد کے اس پر اقتدار حاصل کریں گے۔ بے شمار مچھلیاں اس اضطراب کی عکاسی کرتی ہیں جو آپ دنیا کے لوگوں میں برپا کریں گے۔ آپ قادرِ مطلق کی حفظ و حمایت میں رہیں گے اور یہ افراتفری آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔

جس وقت حضرت بہآ ءاللہ کی عمر مبارک تیرہ یا چودہ برس ہوئی، آپ دربار شاہی میں اپنی حکمت اور علم کی وجہ سے مشہور تھے۔ آپ بائیس برس کے تھے جب آپ کے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا اور حکومت نے ان کا عہدہ حضرت بہاءاللہ کو پیش کیا۔ لیکن حضرت بہآ ءاللہ دنیاوی امور کی نگرانی میں اپنا وقت صَرف کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ آپ نے دربار اور اس کے وزیروں کو خیر باد کہا تا کہ اس راہ پر چل سکیں جس کا تعین خدا نے آپ کے لئے کیا تھا۔ آپ اپنا وقت مظلوموں، بیماروں، اور ناداروں کی مدد کرنے میں وقف کرتے اور جلد ہی آپ انصاف کے علمبردار کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔

ستائیس برس کی عمر میں حضرت بہآ ءاللہ کو خصوصی قاصد کے ذریعہ حضرت باب کے چند آثارِ مقدسہ موصول ہوئے جن میں یومِ جدید کے طلوع کا اعلان تھا، ایک ایسا دن جب ایک نیا مظہر ظہور الٰہی دنیا میں امن، اتحاد اور انصاف لائے گا جس کی نسلِ انسانی عرصۂ دارز سے منتظر تھی۔ حضرت بہآ ءاللہ نے فوراً ہی حضرت باب کے پیغام کو تسلیم کر لیا اور آپ کے انتہائی پُر جوش پیروکاروں میں سے ایک ہو گئے۔ لیکن افسوس کہ ایران کے حکمران جو اپنی خودغرضانہ خواہشات کے زیر اثر اندھے تھے، حضرت باب کے پیروکاروں کو سختی کے ساتھ کچلنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ حضرت بہآ ءاللہ بھی جو اپنی شرافت کی وجہ سے معروف تھے اس سے نہ بچ سکے۔ حضرت باب کے اظہارِ امر سے قریباً آٹھ سال بعد اور خود حضرت باب کی شہادت کے دو سال بعد حضرت بہآ ءاللہ کو ''سیاہ چال'' نامی ایک زیر زمین تاریک کوٹھری میں قید کر دیا گیا۔ آپ کی گردن مبارک کے گرد جو زنجیریں ڈالی گئی تھیں وہ اس قدر وزنی تھیں کہ آپ سرِ مبارک اٹھا نہیں سکتے تھے۔ یہاں حضرت بہآ ءاللہ کو سخت اذیت میں چار مہینے گزارنا پڑے۔ تاہم یہی سیاہ چال تھا جہاں روح الٰہی نے آپ کی روح کو سرشار کر دیا اور آپ پر یہ ظاہر فرمایا کہ آپ ہی تمام ادوار کے موعود ہیں۔ اسی تاریک کوٹھری کے افق سے بہآ ءکا سورج طلوع ہوا اور اس نے پوری مخلوق کو منور کر دیا۔

سیاہ چال میں چار ماہ تک قید رکھے جانے کے بعد حضرت بہآ ءاللہ کو اپنی تمام مال و متاع سے بیدخل کر دیا گیا اور آپ کے مقدس گھرانے کو جلاوطن کر دیا گیا۔ موسمِ سرما کی شدید سردی میں آپ کو ایران کے مغربی پہاڑی سلسلے سے گزر کر بغداد کی طرف سفر کرنا پڑا جو اُس زمانے میں ترکی کا ایک شہر اور اب عراق کا صدر مقام ہے۔ اُن کی تکالیف کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا کہ اُس تاریخ ساز شہر تک پہنچنے کے لئے سینکڑوں کلومیٹر کا سفر برف اور یخ بستہ راستوں پر پیدل چل کر طے کرنا پڑا۔

جب آپ بغداد پہنچے تو جلد ہی آپ کی شہرت پورے بغداد اور اس علاقے کے دوسرے شہروں میں پھیل گئی اور لوگ بڑی تعداد میں جوق در جوق اس جلاوطن قیدی کے در پر آنے لگے تا کہ آپ سے فیض حاصل کر سکیں۔ تاہم وہاں چند نفوس ایسے بھی تھے جو آپ کی یہ شہرت سے حسد کرنے لگے۔ ان میں سے ایک تو حضرت بہآ ءاللہ کا اپنا سوتیلا بھائی مرزا یحییٰ تھا جو آپ کی پُر شفقت نگہداشت میں رہ رہا تھا۔ مرزا یحییٰ کی سازشیں حضرت باب کے مومنین کے درمیان نا اتفاقی کا باعث بنیں اور اس سے حضرت بہآ ءاللہ کو شدید صدمہ پہنچا۔ ایک شب کسی کو بتائے بغیر آپ نے اپنے گھر بار کو خیر باد کہہ دیا اور کردستان کی پہاڑیوں کی طرف چلے گئے۔ وہاں آپ گوشہ نشینی میں دعا و مناجات اور غور و فکر میں مشغول زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ ایک چھوٹے سے غار میں رہتے تھے اور انتہائی سادہ غذا پر گزارا کرتے تھے۔ اس علاقے میں کوئی بھی آپ کا حسب ونسب نہیں جانتا تھا اور نہ ہی کسی کو آپ کا نام معلوم تھا۔ لیکن دھیرے دھیرے قرب و جوار کے لوگ اس ''بے نام ہستی'' کے بارے میں باتیں کرنے لگے کہ آپ ایک عظیم درویش ہیں جسے خدا نے علم سے نوازا ہے۔ جب اس مقدس ہستی کے بارے میں حضرت بہاءاللہ کے بڑے بیٹے

حضرت عبدالبہآء کو خبر ملی تو آپ نے فوراً سمجھ لیا کہ یہ نشانیاں آپ کے والد بزرگوار کی ہیں۔ حضرت بہآء اللہ کی خدمت میں خصوصی قاصد کے ذریعے خطوط روانہ کئے گئے جن میں آپ سے التجا کی گئی کہ آپ بغداد واپس تشریف لے آئیں۔ آپ نے یہ قبول فرمالیا اور اس طرح دردناک جدائی کے دو برسوں کی مدت کو آپ نے ختم کیا۔

حضرت بہآء اللہ کی غیر حاضری کے دوران بابی جماعت کی حالت تیزی سے زوال پذیر تھی۔ حضرت بہاءاللہ کردستان کی پہاڑیوں سے واپسی کے بعد سات سال بغداد میں رہے اور حضرت باب کے مظلوم اور پریشان مومنین میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اگرچہ آپ نے ابھی تک خود اپنے عظیم الشان مقام کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن آپ کے کلام کی قوت اور حکمت بابیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کو آپ کا مطیع بنانے لگی اور زندگی کے تمام شعبوں کے لوگ آپ کی تعریف و تمجید کرنے لگے۔ لیکن متعصب دینی پیشوا حضرت بہاءاللہ کے اس زبردست اثر و رسوخ کو برداشت نہ کر پائے جو بے شمار نفوس پر تھا۔ انہوں نے اس قدر صاحبانِ اختیار کو شکایات کیں کہ ایرانی حکومت نے ترکی کی حکومت کے بعض افسروں سے گٹھ جوڑ کر کے حضرت بہآء اللہ کو اپنے مادر وطن سے مزید دور کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس بار آپ کو قسطنطنیہ کے شہر جلاوطن کر دیا گیا۔

اپریل 1863 بغداد کے لوگوں کے لئے بڑے غم و اندوہ کا مہینہ تھا۔ ان لوگوں کا محبوب ان کا شہر چھوڑ کر کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہا تھا۔ روانگی سے قبل حضرت بہآء اللہ شہر کے مضافات میں ایک باغ میں منتقل ہو گئے، وہاں اپنا خیمہ نصب کیا اور بارہ دنوں تک زائرین کے سیلاب ملاقات کرتے رہے جو آپ کو الوداع کہنے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے۔ حضرت باب کے پیروکار بوجھل دلوں کے ساتھ باغ میں آتے، ان میں سے بعض کو حضرت بہآء اللہ کے ہمراہ جلاوطنی کی اگلی منزل کی جانب جانا تھا، لیکن بہت سے لوگوں کو پیچھے ہی رہنا اور حضرت بہآء اللہ کی قربت سے محروم ہو جانا تھا۔ لیکن ارادۂ الٰہی یہ نہیں تھا کہ یہ ایک حزن انگیز موقع ہو۔ اُس کی لامتناہی رحمت کے دروازے کھل گئے اور حضرت بہآء اللہ نے وہاں موجود لوگوں کے سامنے یہ اعلان فرمایا کہ آپ ہی وہ موعود ہیں جس کی پیشنگوئی حضرت باب نے فرمائی تھی یعنی وہ جسے خدا ظاہر کرے گا (مَن یُظہِرُہُ اللہ)۔ اس اعلان نے غم و اندوہ کو خوشی و شادمانی سے بدل دیا، قلوب مسرور ہو گئے اور روحیں آپ کی محبت کی آگ سے شعلہ ور ہو گئیں۔ اپریل کے ان بارہ دنوں کے عرصے کو ساری دنیا میں عید اعظم رضوان یعنی حضرت بہآء اللہ کے عالمگیر مشن کے اعلان کی سالگرہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔

قسطنطنیہ سلطنت عثمانی کا دارالحکومت تھا۔ یہاں بھی حضرت بہآء اللہ جلد ہی اپنی حکمت و دانائی اور پُرکشش شخصیت سے بڑی تعداد میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے۔ متعصب دینی پیشواؤں نے آپس میں سرگوشی کی کہ "انہیں اب مزید قسطنطنیہ میں نہیں رہنے دینا چاہیئے" اور انہوں نے سرکاری افسروں کو قائل کر لیا کہ حضرت بہآء اللہ کو شہرِ ادرنہ جلاوطن کر دیا جائے۔ ادرنہ میں جہاں حضرت بہآء اللہ ساڑھے چار سال رہے آپ نے دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام الواح تحریر فرمائیں جن میں انہیں دعوت دی کہ وہ ظلم کی راہیں چھوڑ دیں اور اپنے لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے خود کو وقف کریں۔ تب آپ کے دشمنوں نے آپ کے لئے ایک ظالمانہ ترین سزا وضع کی۔ فیصلہ کیا گیا کہ آپ اور آپ کے خاندان کو عکہ جلاوطن کر دیا جائے جو اس وقت پوری سلطنت میں بدترین کالا پانی تھا۔ جہلا یہ سمجھتے تھے کہ یقیناً اس شہر زندان کے سخت ترین حالات اور تکلیفوں سے آپ نیست و نابود ہو جائیں گے اور وہ یہ تصور کرتے تھے کہ اس منصوبے کو روک سکتے ہیں جسے خدا نے خود متحرک کیا تھا۔

عکہ میں حضرت بہآء اللہ کے مصائب اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا بیان مشکل ہے۔ زندگی کے تمام وسائل سے محروم آپ دن رات دشمنوں کے نرغے میں رہتے تھے۔ لیکن اس قید و بند کے حالات میں بتدریج تبدیلی آتی گئی۔ عکہ کے باشندے اور حکمران بہائیوں کے اس چھوٹے سے گروہ کی معصومیت اور بے گناہی پر یقین کرنے لگے تھے جو ان کے شہر میں جلاوطن کئے گئے تھے۔ ایک بار پھر لوگ اس غیر معمولی ہستی کے پیار اور عقل و دانش کے گرویدہ ہونے لگے حالانکہ ان میں سے اکثریت آپ کے اعلیٰ مقام اور مرتبہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ کوئی نو سال بعد شہر زندان کے دروازے حضرت بہآء اللہ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے کھول دیئے گئے۔ آپ کے محبوب فرزند حضرت عبدالبہآء اپنے والد محترم کے لئے ایک

باوقار جگہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے تاکہ شہر کی حدود سے باہر زندگی گزار سکیں۔ بالآخر حضرت عبدالبہآء نے دیہی علاقے میں ایک گھر کرایہ پر لے لیا جہاں حضرت بہآءاللہ اپنی زندگی کے باقی تیرہ سال نسبتاً امن وسکون کے ساتھ گزارنے کے قابل ہوئے۔ اب ہم اس گھر کو قصرِ بہجی کے نام سے جانتے ہیں اور جہاں آپ نے مئی 1892 میں اپنی عظمت وجلال کی بلندی میں صعود فرمایا۔

حضرت بہآءاللہ نے عالمی امن اور بھائی چارے کا پرچم بلند کیا اور کلام الٰہی کو ظاہر فرمایا۔ اگرچہ آپ کے دشمنوں نے آپ کے خلاف اپنی قوتوں کو مجتمع کر لیا تھا، آپ ان پر فاتح رہے کیونکہ خدا نے آپ سے یہ وعدہ اس وقت کیا تھا جب آپ سیاہ چال میں پابہ زنجیر تھے۔ حضرت بہآءاللہ کا پیغام آپ کی زندگی کے دوران ہی ہزاروں لوگوں کے دلوں کو زندہ کرنے کا باعث بنا اور آج آپ کی تعلیمات دنیا کے کونے کونے میں پھیلتی جا رہی ہیں۔ دنیا کی کوئی چیز آپ کو اپنے حقیقی مقصد کے حصول سے نہیں روک سکتی یعنی نوع بشر کو ایک عالمگیر امر اور ایک مشترکہ دین کے تحت متحد کرنا۔

حضرت بہآءاللہ کی زندگی کے بارے میں درج بالا بیان نسبتاً طویل ہے۔ نیچے دی گئی مشقوں کو حل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ اس کے بیان کو پیراگراف بہ پیراگراف اپنے گروپ میں پڑھیں اور ایک دوسرے سے سوالات کریں یہاں تک کہ آپ اس کے مواد کو اچھی طرح سیکھ جائیں اور آسانی سے پیش کر سکیں۔ درج ذیل نقشہ حضرت بہآءاللہ کی جلاوطنی اور راستے میں پیش آنے والے واقعات کی یاد دلانے میں آپ کی مدد کرے گا۔

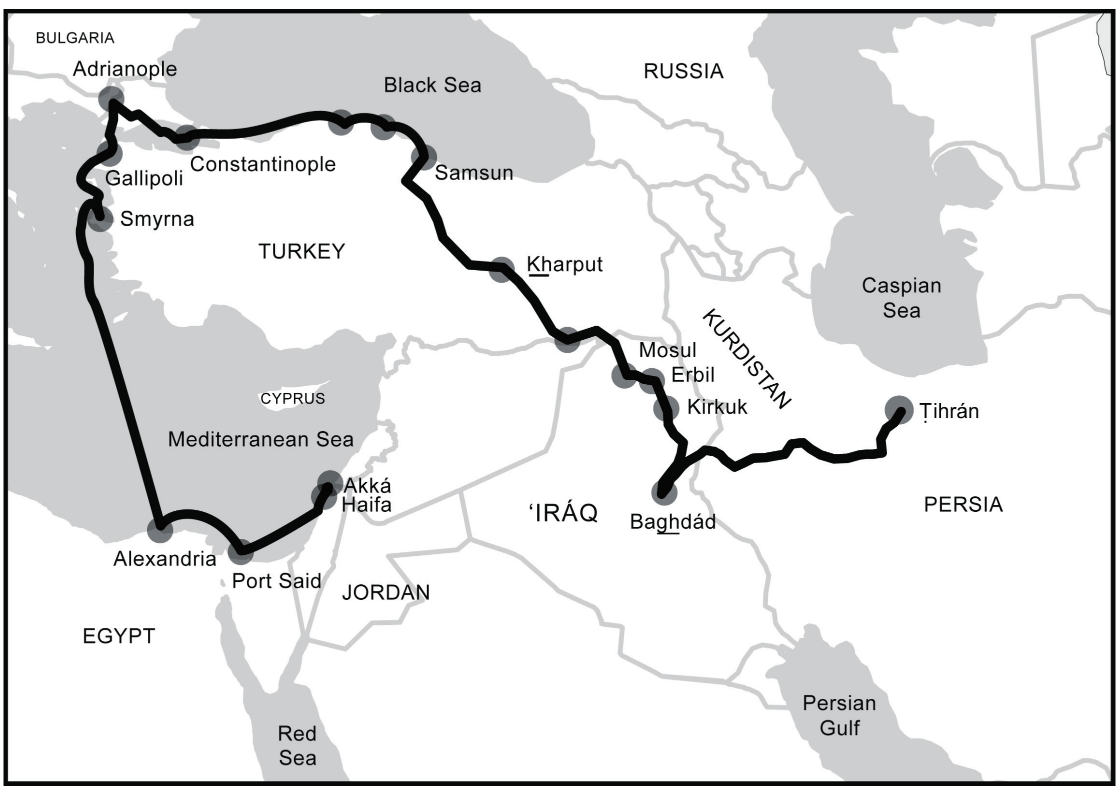

1۔ آپ کے لئے یہ مفید ہو سکتا ہے کہ نیچے دی گئی جگہ میں مذکور بالا بیان کی بنیاد پر حضرت بہآءاللہ کی حیاتِ مبارک سے وابستہ اہم واقعات کے تسلسل کو تحریر کریں۔

2۔ حضرت بہآءاللہ کی حیاتِ مبارکہ کے مرکزی خیال کے گرد گفتگو میں سلسلے وار واقعات سے ہٹ کر کئی ایسے تصورات ہیں جن پر زور دینے کی ضرورت ہے۔آپ نے نوعِ بشر سے محبت میں جو مصائب برداشت کئے اور اپنے امر کی مخالفت کے مقابل جو غیر معمولی فتوحات حاصل کیں، ان پر غور وفکر مخصوص اہمیت کا حامل ہے۔آئیں ان الفاظ کو اپنے دل ودماغ پر نقش کر لیں:

’’جمالِ قِدَم نے خود کو زنجیروں میں بندھوانا قبول کیا تا کہ نوعِ انسانی اپنی قید سے آزاد ہو اور اس انتہائی مضبوط قلعہ کے اندر قید کیا

جانا پسند کیا تا کہ پوری دنیا حقیقی آزادی حاصل کر سکے۔ اس نے غم کا پیالہ تلچھٹ تک پی لیا تا کہ پوری دھرتی کے لوگ دائمی خوشی پاسکیں اور مسرت سے سرشار رہوں۔ یہ تمہارے اُس مالک کی رحمت سے ہے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اے توحیدِ الٰہی پر ایمان رکھنے والو! ہم نے اپنے لئے ذلت پسند کی تا کہ تمہارا مرتبہ بلند ہو۔ ہم نے بے شمار مصیبتیں جھیلی ہیں تا کہ تم خوشحال ہو اور ترقی کرو۔ وہ جو تمام دنیا کی تعمیرِ نو کرنے آیا ہے دیکھو کہ کس طرح مشرکوں نے اسے ویران ترین شہر میں رہنے پر مجبور کیا ہے!''(10)

3۔ جب ہم حضرت بہآ ءاللہ پر ہونے والے مصائب کا ذکر کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کو خیال رکھنا چاہئے کہ آپ کو اپنے دشمنوں کے چنگل میں ایک بے یار و مدد گار مظلوم کے طور پر پیش نہ کریں۔ آپ نے اپنی مرضی سے خود کو زنجیروں میں جکڑ وانا قبول کیا تا کہ نوع بشر کو آزادی مل سکے۔ آپ کی زندگی کی کہانی اگر چہ عظیم مشکلات کے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک کامیابی کی کہانی ہے۔ حضرت بہآ ءاللہ کی زندگی کے بارے میں ابھی آپ جس قدر جانتے ہیں اس پر انحصار کر کے اپنے ٹیوٹر کی مدد سے کیا آپ ایک مختصر تقریر تیار کر سکتے ہیں جس میں حضرت بہاءاللہ پر ڈھائے گئے مصائب اور آپ کی فتوحات کا ذکر ہو؟ نیچے دیئے گئے سوالات آپ کے لئے مددگار ہو سکتے ہیں۔

الف۔ حضرت بہآ ءاللہ نے خود کو زنجیروں میں جکڑوانا کیوں منظور کیا؟ ____________________

____

ب۔ حضرت بہآ ءاللہ نے قیدی بننا کیوں قبول کیا؟ ____________________

____

ج۔ حضرت بہآ ءاللہ نے دُکھوں سے بھرا پیالہ کیوں پیا؟ ____________________

____

د۔ حضرت بہآ ءاللہ نے ذلیل کیا جانا کیوں قبول کیا؟ ____________________

____

ہ۔ حضرت بہآ ءاللہ نے اس قدر تکلیفیں کیوں برداشت کیں؟ ____________________

____

و۔ کیا حضرت بہآ ءاللہ نے اس قدر تکلیفیں اس لئے برداشت کیں کہ آپ اس کے علاوہ کچھ کرنے پر قادر نہ تھے؟ ____________________

____

ز۔ اگر حضرت بہآ ءاللہ اپنے دشمنوں کے سامنے بے بس نہیں تھے تو آپ نے یہ سب تکلیفیں کیوں برداشت کیں؟ ____________________

____

حصہ 7:

الیھا ندرا کی سانچیز کے گھر کی دوسری ملاقات پہلی ملاقات کی طرح خوشگوار ہے۔ جناب اور بیگم سانچیز کسی حد تک پہلے ہی حضرت بہآ ءاللہ کی حیاتِ مبارکہ کی داستان سے واقف ہیں لیکن وہ الیھا ندرا کی پیشکش سے مزید جاننے پر خوش ہیں اور آپ کی تکالیف کی روداد سے بے حد متاثر ہوئے ہیں۔ ایک موقع پر بیگم سانچیز غور کرتی ہیں کہ ''ایسا لگتا ہے کہ خدا کے مظاہرِ ظہور ہمیشہ قیادت اور دنیاوی طاقت کے پیاسے لوگوں کے ہاتھوں تکلیف اٹھاتے ہیں۔'' الیھا ندرا نے فیصلہ کیا کہ ان کے سامنے وہ اقتباس پیش کرے جو اس نے زبانی یاد کیا ہے، جس کا آپ نے بھی پچھلے حصہ میں مطالعہ کیا تھا، جس میں حضرت بہآ ءاللہ ان مصائب کا ذکر فرماتے ہیں جو آپ نے انسانیت کی خاطر برداشت کئے تاکہ ہم ظلم سے آزاد ہوں اور دائمی خوشی حاصل کرسکیں۔ اس دن کی گفتگو سے تینوں دوست توانائی محسوس کرتے ہیں۔

اپنی اگلی ملاقات کے بارے میں سوچتے ہوئے الیھا ندرا فوراً اس نتیجہ پر پہنچتی ہے کہ حضرت عبدالبہآ ء کا مقام گفتگو کے لئے ایک فطری موضوع ہوگا۔ یہ وہ نکات ہیں جن کو شاملِ گفتگو کرنا وہ یقینی بنائے گی:

حضرت عبدالبہآ ء جو حضرت بہآ ءاللہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، انسانی تاریخ میں ایک منفرد ترین شخصیت ہیں اور ہمیں کسی بھی گزشتہ دین میں آپ کی طرح کی ہستی نہیں مل سکتی۔ آپ نے بچپن ہی میں اپنے والدِ بزرگوار کے ملکوتی مقام کو پہچان لیا تھا اور اُن کی جلاوطنی اور مصائب میں شریک رہے تھے۔ حضرت بہآ ءاللہ نے اپنے صعود کے بعد بہائی جامعہ کو آپ کی نگہداشت اور حفاظت کے تحت چھوڑا تھا۔ ہم کبھی بھی اس عظیم عنایت کی مکمل طور پر قدردانی نہیں کرسکتے جو حضرت بہآ ءاللہ نے نوع بشر کو عطا فرمائی کہ نہ صرف آپ نے ہمیں اپنے عظیم الشان ظہور سے نوازا بلکہ اپنا بیٹا بھی عطا کیا۔ وہ فرزند جن کے بارے میں حضرت بہاءاللہ نے فرمایا کہ ان کے علم اور دانائی کے ذریعہ دنیا منوّر اور ہدایت یافتہ ہو جائے گی۔

جب ہم حضرت عبدالبہآ ء کی زندگی اور آپ کے بیانات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس منفرد مقام کے بارے میں بصیرت حاصل کرتے ہیں جو آپ کو اس مبارک دور میں حاصل ہے۔ اہم یہ ہے کہ اس مقام کے تین پہلو ہم اپنے ذہن میں رکھیں۔

اوّل یہ کہ حضرت عبدالبہآ ء حضرت بہآ ءاللہ کے مرکزِ میثاق ہیں۔ حضرت بہآ ءاللہ نے اپنے مومنین کے ساتھ عہد و میثاق باندھا اور انہیں تاکید فرمائی کہ اپنے قلوب کو اُس مرکز کی طرف متوجہ رکھیں اور اُس سے مکمل طور پر وفادار رہیں۔ اپنے الواح وصایا میں حضرت عبدالبہآ ء نے حضرت شوقی آفندی کو ولیِ امراللہ مقرر فرمایا اور اُنہیں وہ مرکز متعین فرمایا جس کی طرف آپ کے صعود کے بعد سب کو رجوع کرنا ہوگا۔ آج کے دن یہ مرکز بیت العدلِ اعظمِ الٰہی ہے جسے حضرت بہآ ءاللہ کے صریح حکم کے مطابق اور حضرت عبدالبہآ ء اور حضرت ولی امراللہ کی واضح ہدایات کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ میثاق کی قوت جامعہ کو آپس میں متحد رکھتی ہے اور اسے تفرقہ اور ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رکھتی ہے۔

دوم یہ کہ حضرت عبدالبہآ ء حضرت بہآ ءاللہ کے کلام کے خطا سے پاک مفسّر ہیں۔ حضرت بہآ ءاللہ کا ظہور اس قدر وسیع ہے اور آپ کے بیانات میں اتنے گہرے مطالب پوشیدہ ہیں کہ آپ نے یہ ضروری جانا کہ اپنے بعد اپنے کلام کا ایک ایسا مفسّر مقرر فرمائیں جنہیں خود آپ کا فیض حاصل ہو۔ اس طرح آئندہ کی نسلیں حضرت عبدالبہآ ء کی بے شمار الواح اور تصدیق شدہ خطابات میں موجود تفاسیر کے مطالعہ کے ذریعے حضرت بہآ ءاللہ کی تعلیمات کو سمجھنے کے قابل ہوں گی۔ حضرت عبدالبہآ ء کے بعد حضرت ولی امراللہ حضرت بہآ ءاللہ کی تعلیمات کے مفسّر تھے۔ تفسیر کا کام آپ کے ذریعہ مکمل ہوا اور اب باقی ماندہ دورِ بہائی میں کسی کو حضرت بہآ ءاللہ کے کلام کی تفسیر کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔

ماضی میں ہر دین اپنے مقدس کلام سے عبارتوں کی مختلف تفاسیر کی بنا پر فرقہ واریت کا شکار ہوگیا تھا۔ لیکن اس مبارک دور میں جب کبھی حضرت بہآ ءاللہ کے کسی بیان کے معنی پر غیر یقینی کی کیفیت پیدا ہو تو ہر ایک حضرت عبدالبہآ ء اور حضرت ولی امراللہ کی تفسیروں کی جانب رجوع کرتا

ہے۔ اگر پھر بھی غیر یقینی موجود رہے تو کوئی بھی بیت العدل اعظم سے وضاحت کی درخواست کر سکتا ہے۔ اس طرح تعلیماتِ مبارکہ کے مطالب کے بارے میں اختلافِ رائے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی اور امر اللہ کی وحدت محفوظ رہتی ہے۔

سوّم یہ کہ حضرت عبدالبہآء اپنے والدِ بزرگوار کی تعلیمات کی کامل مثال ہیں۔ اگرچہ ہم آپ کے درجہِ کمال تک پہنچنے کی کبھی بھی امید نہیں کر سکتے اس کے باوجود ہمیں چاہیئے کہ آپ کی مثال کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں اور آپ کی پیروی کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہیں۔ جب ہم آثارِ مقدسہ میں کہیں پیار کے بارے میں پڑھیں تو حضرت عبدالبہآء کی جانب متوجہ ہوں اور ہمیں آپ میں پیار اور شفقت کا جوہر دکھائی دے گا۔ جب ہم پاکیزگی، انصاف، راستبازی، خوشی اور فیاضی کے بارے میں پڑھیں تو آپ کی طرف رُخ کریں اور آپ کی زندگی پر غور کریں اور ہم دیکھیں گے کہ آپ اِن خوبیوں کو نہایت کامل انداز میں ظاہر کرتے تھے۔

حضرت عبدالبہآء کی زندگی کا نشان یقیناً آپ کی عبودیت ہے۔ آپ کے نام ''عبدالبہآء'' کا مطلب ہی ''بہاء کا خادم'' ہے اور یہی وہ لقب ہے جسے آپ ہر اس لقب سے زیادہ پسند کرتے تھے جن سے مومنین آپ کو پکارنا چاہتے تھے۔ حضرت عبدالبہآء کے درج ذیل کلمات خدمت کرنے کی آپ کے شدید اشتیاق کا اظہار ہیں:

''میرا نام عبدالبہآء ہے۔ میری اہلیت عبدالبہآء ہے۔ میری اصلیت عبدالبہآء ہے۔ میری تعریف عبدالبہآء ہے۔ جمالِ مبارک کے آستانے کی غلامی میرا شاندار اور روشن تاج ہے اور سب انسانی نسلوں کی عبودیت میرا حقیقی دین ہے۔۔۔ عبدالبہآء کے علاوہ نہ تو میرا کوئی نام، کوئی لقب، کوئی ذکر، کوئی تعریف ہے اور نہ کبھی ہوگی۔ یہی میری خواہش ہے۔ یہی میری سب سے بڑی تمنا ہے۔ یہی میری ابدی زندگی ہے۔ یہی میرا ازلی جلال ہے۔'' (11)

واضح ہے کہ ایلھا اندرا اپنی اگلی ملاقات میں جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ جو شیئر کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے وہ ایک بے حد منفرد شخصیت کا محض ایک تعارف ہے۔ اس دور میں حضرت عبدالبہآء کے مقام کے لئے ان کی قدردانی آنے والے سالوں میں بڑھتی رہے گی۔ اپنی زندگی میں جیسے جیسے آپ خدمت کی راہ پر گامزن ہوں گے تو آپ کو کئی ایسے مواقع ملیں گے کہ حضرت عبدالبہاء کی مثال کو ذہن میں رکھیں اور ان کے الفاظ پر غور کریں۔ پچھلے یونٹ میں پہلے ہی آپ ان کے کچھ بیانات سے آشنا ہو چکے ہیں اور اس میں آپ کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی کہ حضرت عبدالبہاء کی الواح اور عمومی خطابات میں پیش کردہ نظریات کو اسی انداز کے مطابق بیان کرنا سیکھیں جس طرح آپ کرتے تھے۔ اب آپ کے مقام کے بارے میں اپنی موجودہ تفہیم کو مستحکم کرنے کے لئے آپ اپنے گروپ کے دیگر ممبران کے ساتھ درج بالا اہم نکات پر مشورت کریں اور انہیں بیان کرنے کی مشق کریں۔ اس بیان پر غور وفکر کرنے سے خدمت کی راہ پر پیشرفت میں آپ کی کاوشوں کے لئے القا حاصل ہوگا۔

حصہ 8:

ایک سوال ایلھا اندرا کے ذہن میں تب سے ہے جب سے اس نے جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ اپنی ملاقاتیں شروع کیں ہیں۔ وہ یہ کہ گفتگو کے وہ کونسے موضوعات ہیں جو ان کی تحکیم کرنے میں اور انہیں اپنے محلے میں سماج سازی کے عمل کے فعال حامی بننے میں مددگار رہوں۔ ایک طرف وہ امید کرتی ہے کہ دعا، بقائے روح اور محبت اللہ میں ثابت قدمی جیسے موضوعات پر ان سے گفتگو کرے کیونکہ ان کی روحانی زندگی کی بنیادوں کو مسلسل مستحکم ہونا چاہیئے۔ دوسری طرف یہ اہم ہوگا کہ وہ اس سماج کی نوعیت کا نظریہ حاصل کریں جو بتدریج شکل اختیار کر رہا ہے اور یہ جانیں کہ وہ اس

کے حصول کے لئے قابلِ قدر اعانت کر سکتے ہیں۔ حضرت عبدالبہآء کے مقام کے بارے میں جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ اپنی گفتگو کے دوران الیھا ندرا کو رفتہ رفتہ احساس ہوتا ہے کہ اس کی اگلی ملاقات کا موضوع کیا ہونا چاہیئے۔ وہ سوچتی ہے کہ ''انہیں بہت حد تک واضح ہے کہ امر اللہ کا مقصد لوگوں کو متحد کرنا ہے۔ لہٰذا اب جس موضوع کی ہمیں تحقیق کرنی چاہیئے وہ غالباً یہ ہے کہ ایک متحد سماج کو کس طرح تعمیر کیا جائے اور اسے برقرار رکھا جائے۔''

الیھا ندرا اپنی چوتھی ملاقات کا آغاز ان سرگرمیوں کو بیان کرتے ہوئے کرتی ہے جو محلے میں دوستوں کا ایک نسبتاً چھوٹا گروپ انجام دے رہا ہے۔ وہ بتاتی ہے کہ ''جوں جوں ہماری تعداد میں اضافہ ہوتا ہے تو جو سب سے کٹھن ذمہ داری ہم سب کو اٹھانی پڑتی ہے وہ یہ ہے ہم اپنے الفاظ، اپنے خیالات اور اپنے اعمال میں زیادہ سے زیادہ متحد ہو جائیں۔ پس اگر آپ اتفاق کرتے ہیں تو آج ہم مل کر اتحاد کے موضوع کی کھوج لگاتے ہیں۔''

بیگم سانچیز جواب دیتی ہیں: ''میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے سماج کی ترقی کے لئے اتحاد کس قدر اہم ہے۔''

''اور آخر کار یہ حضرت بہآءاللہ کا پیغامِ وحدت و اتحاد ہی تھا جس نے ہمارے دلوں کو آپ کی تعلیمات کی جانب سب سے پہلے راغب کیا۔''، جناب سانچیز بولے۔

الیھا ندرا کہتی ہے: ''میں نے متعدد تصورات کا انتخاب کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک اقتباس تلاش کیا ہے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ہم ایک ایک کر کے ان پر تبادلہ خیال کر سکتے ہیں۔''

الیھا ندرا کی تصورات کی فہرست درجِ ذیل ہے:

- اپنے سماج کو حقیقتاً متحد رکھنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو نزاع وجدال سے گریز کرنا چاہیئے۔ حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں:

''آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان فساد و نزاع، جدال، بیگانگی اور سرد مہری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ خدا کی قوت و قدرت کی مدد سے ان سے دور بھاگو اور دلوں کو جوڑنے والے علیم وحکیم خدا کے نام سے انسانوں کے دلوں کو آپس میں ملاؤ۔'' (12)

- ہمیں جامعہ کے ہر فرد کے ساتھ محبت ہونی چاہیئے، ایک ایسی محبت جو خدا کے لئے ہماری محبت کا عکس ہے۔ حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں:

''مکمل اتحاد سے رہو۔ ہرگز ایک دوسرے سے ناراض نہ ہونا۔۔۔ خدا کی رضا کی خاطر اس کی مخلوق سے پیار کرو نہ کہ خود اس کی وجہ سے۔ اگر تم ان سے خدا کی خاطر پیار کرو گے تو تم کبھی بھی ناراض یا تنگ نہیں ہو گے۔ نوعِ بشر کامل نہیں ہے۔ ہر انسان میں نقائص موجود ہیں اور اگر تم خود لوگوں کی طرف دیکھو گے تو ہمیشہ ناخوش رہو گے۔ لیکن اگر تم خدا کی طرف دیکھو گے تو تم ان سے پیار کرو گے اور ان پر مہربان رہو گے کیونکہ عالمِ الٰہی تکمیل اور مکمل رحم کی دنیا ہے۔'' (13)

- ایک دوسرے سے تمام تر محبتوں کے باوجود اگر ہمارے درمیان کشیدگی پیدا ہو جائے تو ہمیں فوراً حضرت عبدالبہآء کی اس ہدایت کو یاد کرنا

چاہیئے:

''میں تم سب کو ذمہ دار ٹھہراتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک اپنے تمام خیالات کو اتحاد و محبت پر مرکوز کر دے۔ جب جنگ کا خیال آئے تو امن کے ایک شدید تر خیال سے اس کی مخالفت کرو۔ نفرت کے خیال کو محبت کے ایک قوی تر خیال سے مٹا دینا چاہیئے۔ جنگ کے خیالات ہر قسم کی یکجہتی، بہبودی اور آرام و قناعت کو برباد کر دیتے ہیں۔ محبت کے خیالات برادری، صلح، دوستی اور مسرت کی تعمیر کا سبب بنتے ہیں۔''(14)

- اور اگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری نفسانی خواہشات قابو پانے کی بھرپور کوشش کے باوجود ہم پر غالب ہیں اور ہم خود کو جھگڑوں میں ملوث پاتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ حضرت بہآءاللہ کے ان کلمات کو یاد کریں:

''اگر تمہارے درمیان کوئی اختلاف پیدا ہو جائے، تو مجھے اپنے چہروں کے سامنے کھڑا موجود دیکھو اور ایک دوسرے کی غلطیوں کو میرے نام کی خاطر اور میرے واضح اور درخشاں امر سے محبت کی علامت کے طور پر نظر انداز کرو۔''(15)

- دوسروں کی خطا سے چشم پوشی کرنا، ان کی قابل ستائش خصوصیات پر نظر رکھنا، اور غیبت سے یکسر احتراز کرنا وہ روحانی ضوابط ہیں جو نا اتفاقی کے خلاف مؤثر ترین اقدام ہیں۔ غیبت کی طرف میلان پر قابو پانا اس وقت آسان ہو جاتا ہے جب ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جن لوگوں سے ہم پیار کرتے ہیں ان کے عیوب کو نہیں دیکھتے اور ان کو چشمِ خطا پوش سے دیکھنے میں ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔ حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں:

''ناقص نظر نقائص کو دیکھتی ہے۔ چشمِ خطا پوش نفوس کے خالق کی طرف ناظر ہوتی ہے۔ اُس نے انہیں پیدا کیا ہے، وہی ان کی تربیت کرتا اور انہیں رزق دیتا ہے، وہی انہیں صلاحیت اور زندگی بخشتا ہے اور دیکھنے اور سننے کی قوت عطا کرتا ہے۔ پس وہ خدا کی عظمت کی نشانیاں ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ ہر ایک کے لئے شفیق و مہربان ہو کر رہو، غریب کا خیال رکھو، کمزور کی حفاظت کرو، بیمار کا علاج کرو اور جاہلوں کی تعلیم و تربیت کرو۔''(16)

حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں:

''اے رفیق عرشی! بُری بات نہ سن اور بُرا کام نہ دیکھ، خود کو ذلیل نہ کر، گریہ و زاری نہ کر۔ یعنی کسی کو برا نہ کہہ تا کہ تو بھی برا نہ سنے، لوگوں کے عیب کو بڑا نہ سمجھ تا کہ تیرا عیب بھی بڑا نہ دکھائی دے۔ کسی کی ذلت پسند نہ کر تا کہ تیری ذلت ظاہر نہ ہو جائے۔ پس پاک دل، پاک ضمیر، مقدس سینہ اور پاکیزہ طبیعت رکھتے ہوئے اپنی تمام عمر میں جو ایک پل سے بھی کم شمار ہوتی ہے فارغ البال ہو کر رہ تا کہ تو فراغت کے ساتھ اس جسم فانی سے فردوس معانی میں جا پہنچے اور عالم بقا میں جائے قرار حاصل کرے۔''(17)

اورآپ نے فرمایا کہ:

''اے ہجرت کرنے والو! زبان میرے ذکر کے لئے مخصوص ہے۔ اس کو غیبت سے آلودہ نہ کرو اور اگر نفسِ ناری تم پر غلبہ کرے تو تم اپنے عیبوں کی یاد میں مشغول ہو جاؤ، نہ کہ میری مخلوق کی غیبت میں۔ کیونکہ تم میں سے ہر شخص بہ نسبت دوسرے بندوں کے اپنے آپ سے بہت زیادہ واقف و باخبر ہے۔'' (18)

- اتحاد محض یہ نہیں کہ لوگوں کے درمیان نزاع اور فساد نہ ہو اور محبت کو صرف الفاظ سے ہی ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم صرف اسی صورت میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے درمیان میں حقیقی اتحاد موجود ہے جب ایک دوسرے کے لئے ہماری الفت و محبت کی ترجمانی سماج کی خدمت میں ہو اور اگر ہماری سرگرمیوں میں تعاون اور امدادِ باہمی کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہو۔ حضرت عبدالبہآءؑ ہمیں پکارتے ہیں:

''ایک پل بھی آرام نہ کر اور ایک لحہ بھی راحت کا طلب گار نہ ہو۔ بلکہ دل و جان سے سعی کرو تاکہ تم احباء میں سے چاہے ایک کو ہی پُرخلوص خدمت پیش کر سکو اور کسی ایک ہی نورانی دل کو خوش و مسرور کر سکو۔ یہ حقیقی عنایت ہے اور اس سے عبدالبہاء کی پیشانی نورانی ہے۔ اس میں تم میرے ساتھی اور شریک بنو۔''(19)

اورآپ فرماتے ہیں:

''انسانیت کی اعلیٰ ترین حاجت تعاون اور باہمیت ہے۔ لوگوں کے درمیان رفاقت اور یک جہتی کے بندھن جس قدر مضبوط ہوں گے، تمام انسانی فعالیت کے میدان میں ہونے والی تعمیریت اور کامیابیوں کی قوت اسی قدر عظیم ہوگی۔'' (20)

- کامیاب سماجی سرگرمی کی ایک اہم ترین کلید تمام امور میں بے تکلف اور پُرمحبت مشورت کا عمل ہے۔ مشورت کے ذریعہ ہمارے مختلف خیالات ایک نکتہ پر مجتمع ہو جاتے ہیں اور ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مشترکہ اقدامات کے لئے ہمیں کس راہ پر چلنا چاہیئے۔ مشورت کے ذریعہ ہم وحدتِ فکر حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور جب ہماری فکر اور نظریات میں وحدت پیدا ہو جاتی ہے تو ہم اپنے سماجوں کی پیشرفت کے لئے موثر منصوبے بنا سکتے ہیں۔ حضرت عبدالبہآءؑ مشورت کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ جو مل کر مشورت کرتے ہیں ان کے لئے خلوصِ نیت، روح کی تجلی، ماسوا اللہ سے انقطاع، اس کے نفحات روح القدس کی جانب کشش، اس کے پیاروں کے درمیان خشوع و خضوع، مشکلات میں صبر و جفاکشی اور اس کے آستانِ مقدس کی عبودیت اولین شرائط ہیں۔ اگر ان صفات کو اختیار کرنے میں انہیں پُرفیض دستگیری حاصل ہو جائے تو انہیں ملکوتِ ابہیٰ سے فتح عطا کی جائے گی۔''(21)

- وحدتِ فکر تب تک نامکمل رہتی جب تک اسے وحدتِ عمل میں ظاہر نہ کیا جائے۔ وحدتِ عمل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم سب ایک ہی کام انجام دیں۔ اس کے برعکس ایک متحدہ عمل میں ایک سماج کے اعضاء کی متنوع صلاحیتوں کو بھرپور طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ہماری قوتوں

میں کئی گنا اضافہ ہوتا جاتا ہے اور حتیٰ جب ہم تعداد میں کم ہوں تب بھی ہم ایسی کامیابیاں حاصل کرنے کے قابل ہوتے ہیں جو دنیا کی بڑی اور طاقتور ترین تنظیمیں بھی حاصل کرنے کے قابل نہیں۔ حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں:

''جب کبھی مقدس نفوس آسمانی قوتوں سے مدد پا کر ایسی روحانی صفات کے ساتھ قیام کریں گے اور قطار در قطار متحد ہو کر چلیں گے تو ان نفوس میں سے ہر ایک ایک ہزار کے برابر ہوگا اور اس عظیم سمندر کی ابھرتی لہریں ملاء اعلیٰ کے لشکروں کی طرح ہونگی۔''

اوپر بیان کئے گئے خیالات کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنے اور اپنے گروپ کے شرکاء کے ساتھ ایک ایک کر کے اس مواد کے نکات پر گفتگو کرنے کے بعد آپ پچھلے تین حصوں کی طرح اس موضوع کو پیش کرنے کی مشق میں ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیں گے۔ درج ذیل مشقوں کو آپ اپنی کوششوں میں مددگار پائیں گے:

1۔ درج ذیل جملوں کو مکمل کریں:

الف۔ آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان __________ ونزاع، جدال، بیگانگی اور سردمہری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ب۔ آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان فساد و __________، جدال، بیگانگی اور سردمہری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ج۔ آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان فساد و نزاع، جدال، بیگانگی اور سردمہری سے بڑھ کر __________ چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

د۔ آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان فساد و نزاع، جدال، بیگانگی اور __________ سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ہ۔ آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان فساد و نزاع، __________، بیگانگی اور سردمہری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

و۔ آج کے دن اس امر کو احباب کے درمیان فساد و نزاع، جدال، __________ اور سردمہری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ز۔ آج کے دن اس __________ کو احباب کے درمیان فساد و نزاع، جدال، بیگانگی اور سردمہری سے بڑھ کر کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

2۔ دوسرے اقتباس میں حضرت عبدالبہآء ہمیں بتاتے ہیں:

الف۔ ہمیں مکمل __________ سے رہنا چاہیئے۔

ب۔ ہمیں ہرگز __________ سے __________ نہیں ہونا چاہیئے۔

ج۔ ہمیں ہمیشہ __________ سب لوگوں سے پیار کرنا چاہیئے نہ کہ خود ان کی وجہ سے۔

د۔ اگر ہم لوگوں سے __________ پیار کریں گے تو کبھی __________ یا __________ نہیں ہوگے۔

ہ۔ نوعِ بشر __________ نہیں ہے۔

و۔ اگر ہم ________________ کی طرف دیکھیں گے تو ہمیشہ __________ رہیں گے۔

ز۔ اگر ہم ______________ دیکھیں گے تو ہم لوگوں سے ____________ رہیں گے اور ان پر ____________ ہونگے۔

3۔ تیسرے اقتباس میں حضرت عبدالبہآء ہم سے فرماتے ہیں:

الف۔ ہم سب کو چاہیئے کہ اپنے قلوب کے تمام خیالات کو ____________ و ____________ پر مرکوز کریں۔

ب۔ جب جنگ کا خیال آئے تو ہمیں ____________________ سے اس کی مخالفت کرنا چاہیئے۔

ج۔ نفرت کے خیال کو ہم ______________________________________ مٹا سکتے ہیں۔

د۔ جنگ کے خیالات ہر قسم کی ____________, ________________, ______________, ____________ کو

برباد کردیتے ہیں۔

ہ۔ محبت کے خیالات ____________, ____________, ____________, ______________ کا سبب بنتے ہیں۔

4۔ جب آپ یہ دیکھتے ہیں کہ آپ اور جامعہ کے دوسرے لوگوں کے درمیان اختلافات پیدا ہو رہے ہیں تو آپ کو کیا کرنا چاہیئے؟ ____________

____

____

____

____

5۔ وہ روحانی ضابطہ بیان کریں جو آپ کی اس بات میں مدد کرتا ہے کہ آپ اپنے جامعہ میں اتحاد کے لئے کام کرسکیں: ________________

____

____

____

____

6۔ درج ذیل کاموں کونسا عمل اتحاد میں تعاون کرتا ہے؟

_____ دوسروں کی کمزوریوں پر نظر رکھنا۔

_____ دوسروں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرنا۔

_____ کسی دوسرے شخص کی کسی غلطی کے بارے میں کسی دوست کے سامنے تبصرہ کرنا۔

_____ اس خیال سے کسی واقعہ کو بڑھا چڑھا کر یا توڑ مروڑ کر پیش کرنا کہ کوئی دوسرا شخص بُرا نظر آئے۔

_____ دوسروں کی خطاؤں کے بارے میں سوچتے رہنا۔

7۔ ہم کیوں بعض لوگوں کی غلطی کرنے پر نکتہ چینی کرتے ہیں جبکہ دوسروں کی بالکل وہی غلطی کرنے پر نکتہ چینی نہیں کرتے؟

_____

_____

_____

_____

8۔ کیا ایسی صورتحال میں اتحاد ہونا ممکن ہے جہاں لوگ ایک دوسرے کی غیبت کر رہے ہوں؟ کیوں نہیں؟_____

_____

_____

_____

_____

_____

9۔ کسی کے بارے میں جھوٹ بولنا یقیناً غلط بات ہے۔لیکن کیا یہ درست ہے کہ کسی شخص کے کسی ایسے کام کے بارے میں جو اس نے واقعی کیا ہو دوسروں کے سامنے تنقیدی تبصرہ کیا جائے؟_____

_____

10۔ گپ بازی،غیبت اور دوسروں پر تنقید کرنے میں کیا فرق ہے؟_____

_____

_____

_____

_____

11۔ سماج پر گپ بازی،غیبت اور مسلسل تنقید کے کیا اثرات مرتب ہونگے؟_____

12۔ ہم کیسے اپنی زندگیوں سے ان عادتوں کو دور کر سکتے ہیں؟ ______________________

13۔ اگر ہم لوگوں کے بارے میں صرف اس طرح بات کریں جیسے وہ وہاں موجود ہوں تو کیا ہوگا؟ ______________

14۔ اگر ہم بچوں کے سامنے غیبت کریں گے تو ان پر اس کا کیا اثر ہوگا؟ ______________________

15۔ گپ بازی اور غیبت کرنے کا میلان کہاں سے آتا ہے؟ ______________________

16۔ حضرت بہآءاللہ ہمیں نصیحت فرماتے ہیں: ''اگر نفس ناری تم پر غلبہ کرے تو ______________، نہ کہ ______________۔ کیونکہ تم میں سے ہر شخص بہ نسبت ______________ کے ______________ بہت زیادہ واقف ہے۔''

17- محبت کوصرف الفاظ سے ہی ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔اور کس چیز کی ضرورت ہے؟________________________

____

18- اتحاد اور محبت کے حوالے سے حضرت عبدالبہآء ہمیں بتاتے ہیں: ''____________ نہ کرا اور ایک لمحہ بھی____________ نہ ہو۔ بلکہ _______________ تا کہ تم احباء میں سے چاہے ایک کو____________________ اور کسی ایک ہی نورانی دل کو____________________۔''

19- اور آپ مزید فرماتے ہیں: ''انسانیت کی اعلیٰ ترین حاجت____________ اور____________ ہے۔لوگوں کے درمیان____________ اور____________ کے بندھن جس قدر مضبوط ہوں گے، تمام انسانی فعالیت کے میدان میں ہونے والی____________ اور ____________ کی قوت اسی قدر عظیم ہوگی۔''

20- کسی سماجی عمل کی کامیابی کی اہم ترین کنجی کیا ہے؟____________________________________

____

21- حضرت عبدالبہآء مشورت کرنے والوں سے فرماتے ہیں: ''وہ جومل کر مشورت کرتے ہیں ان کے لئے____________،

________________،________________،____________________،

اس کے پیاروں کے درمیان________________، مشکلات میں________________ اور اس کے آستانِ مقدس کی________________ اولین شرائط ہیں۔ اگر ان صفات کو اختیار کرنے میں انہیں پُر فیض دستگیری حاصل ہوجائے تو انہیں ملکوتِ ابہیٰ سے________________۔''

22- اتحاد کے ساتھ کام کرنے کی قوت کے بارے میں حضرت عبدالبہآء فرماتے ہیں: ''جب کبھی مقدس نفوس ________________ سے مدد پاکر ایسی________________ کے ساتھ قیام کریں گے اور قطار در قطار____________ ہو کر چلیں گے تو ان نفوس میں سے ہر ایک____________________ اور اس عظیم سمندر کی ابھرتی لہریں ________________ کے________________ کی طرح ہونگی۔''

حصہ 9:

جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ اپنی چوتھی ملاقات کے دوران الیھاندرا کو بیاتریس سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ بیاتریس ان کی ایک پوتی ہے جو

قریبی ہائی سکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ رہنے آئی ہے۔ بیاتریس اتحاد کے موضوع کے بارے میں بہت متجسس ہے اور بڑے جوش و خروش سے گفتگو میں حصہ لیتی ہے۔ جیسے ہی گفتگو اختتام کے قریب پہنچی تو بیگم سانچیز سب کے لئے کافی اور کیک لے آئیں۔ اس سے الیھا ندرا بیاتریس کو مزید بہتر جاننے کا موقع پاتی ہے اور وہ اگلے دن اس سے ملنے کا اہتمام کرتی ہے تا کہ محلے میں سماج سازی کی کوششوں کے بارے میں بات کرے۔ الیھا ندرا سوچتی ہے کہ ''شاید وہ کورسوں کے بنیادی سلسلے کے مطالعہ میں دلچسپی لے۔ میں اسے باقاعدہ رفتار سے پہلی چند کتابوں سے گزرنے میں مدد کرسکتی ہوں۔ پھر شاید وہ بچوں کی کلاس شروع کرنا چاہے یا محلے میں شروع ہونے والے جونیئر یوتھ گروپ میں میری مدد کر سکے۔ اس صورت میں وہ جیسے جیسے کتاب 5 تک پہنچے گی جو اسے بطوراینی میٹر کے خدمات انجام دینے کے لئے تیار کرے گی تو وہ بتدریج اس گروپ کی مزید ذمہ داری لے سکے گی۔'' الیھا ندرا نے متعدد جوانوں کے اجتماعات میں شرکت کی ہے جو گفتگو کے مخصوص موضوعات پر مرکوز ہوتے ہیں اور ان کے ذریعے بہت سے لوگوں کی انسٹیٹوٹ کے عمل میں شرکت ممکن ہوئی ہے۔ وہ فیصلہ کرتی ہے کہ اگلے دن وہ بیاتریس کے ساتھ گفتگو میں تصورات کے اسی سلسلے کو اپنائے گی۔ گفتگو کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

> ہم سبھی چاہتے ہیں کہ اس دنیا کو ایک بہتر جگہ بنتا دیکھیں۔ ہم ایک ایسے مستقبل کے منتظر ہیں جب عالمگیر امن قائم ہو اور انسانی خاندان ہم آہنگی سے زندگی گزارے۔ ایسا مستقبل کوئی خواب نہیں ہے اور جیسے جیسے ہم میں سے زیادہ سے زیادہ لوگ دنیا کی بہتری میں اعانت کرنے کی کوشش کریں گے اس کی تعمیر ہو سکے گی۔ ہم میں سے ہر کوئی دل کی گہرائیوں سے اپنے سماج کی خدمت کرنے کی آرزو رکھتا ہے۔ ہمیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ عمومی بھلائی کے لئے بےلوث خدمت کے اعمال انجام دینے کی اپنی صلاحیت کو بڑھائیں۔
>
> ہم انسانیت کے لئے اپنی خدمت کے بارے میں سوچتے ہوئے ایک ایسے راستے کا تصور کر سکتے ہیں جس پر ہم سب مل کر گامزن ہیں۔ یہ راستہ سب کے لئے کھلا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک اس میں داخل ہونے کا انتخاب کرتا ہے اور ہم اپنی رفتار سے اس پر آگے بڑھتے ہیں۔ ہم اکیلے اس راستے پر نہیں چلتے۔ ہم اپنے دوستوں کے ساتھ ایک دوسرے سے سیکھتے ہوئے اور ایک دوسرے کی ہمراہی کرتے ہوئے خدمت کرتے ہیں۔ ہمارا ہر قدم خوشی اور اطمینان پیدا کرتا ہے اور ہماری ہر کوشش تائیداتِ الٰہیہ کو منجذب کرتی ہے۔

بیاتریس جو کچھ سن رہی ہے اسے پسند کرتی ہے اور اس مختصر سی پیشکش کے بعد ایک پُرجوش گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ آگے جانے سے پہلے آیئے ہم یہاں رُکیں اور ان دو نئے دوستوں کے درمیان بین العمل کی نوعیت پر غور وفکر کریں۔ الیھا ندرا نے فیصلہ کیا کہ بیاتریس کو انسٹیٹیوٹ کے عمل میں شرکت کرنے کی دعوت دینے کے لئے ایک ٹھوس گفتگو کا آغاز کرے۔ اتنا ہی کافی کیوں نہ ہوتا کہ وہ بیاتریس کو صرف یہ بتا دے کہ انسٹیٹیوٹ کی جانب سے کورسوں کا سلسلہ پیش کیا جا رہا ہے اور اس میں اُسے شامل ہونے کی دعوت دے؟

____

____

____

____

____

____

____

حصہ 10:

الیھا ندرااور بیاتریس کے درمیان گفتگوقریباً دو گھنٹے تک جاری رہتی ہے۔ ذیل میں متعدد دیگر تصورات ہیں جوالیھا ندرااپنی نئ دوست کے ساتھ شئیر کرتی ہے۔ یقیناً ہم جانتے ہیں کہ وہ کوئی طویل اور لگا تار تقریر نہیں کرے گی۔ دو گھنٹے کا زیادہ تر حصہ ان پیراگرافوں میں بیان کردہ تصورات پر ایک ساتھ مشورت کرنے میں گزرتا ہے:

ہم جوان ہیں، ہمارے پاس توانائی ہے اور ہم گہرا جوش وجذبہ رکھتے ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم لاپرواہ ہیں۔ مگر حقیقت اس کے برعکس ہے؛ ہم انسانیت کی حالتِ زار کے لئے فکرمند ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ سماج میں حقیقی تبدیلی آتے ہوئے دیکھ سکیں۔ اور ہمیں اپنی زندگیوں کے بارے میں بھی سوچنا چاہیئے یعنی تعلیم، کام، دوستوں اور خاندان کے بارے میں۔ ہر سال جیسے جیسے ہم بڑے ہوتے جاتے ہیں ہم خود کو زیادہ ذمہ داریاں سنبھالتے ہوئے پاتے ہیں؛ ہمارے والدین ہم سے بہت توقع کرتے ہیں۔ کبھی کبھی جب میں اپنی تمام ذمہ داریوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو میں مغلوب ہو جاتی ہوں۔ تب مجھے بہائی تحریروں سے ایک اقتباس یاد آتا ہے جو میں نے حفظ کیا ہوا ہے: ''آدمی کی زندگی کا ایک موسمِ بہار ہوتا ہے اور اسے حیرت انگیز شان ودیعت ہوتی ہے۔ جوانی کے دور کی خاصیت کا قوت اور جوش وخروش ہے اور یہ انسانی زندگی کے بہترین دور کے طور پر نمایاں ہوتا ہے۔''

میں جو بات آپ سے شئیر کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں بہت سارے جوانان ہمارے سماج کی طرح یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی توانائیاں ایک دہرے مقصد کی جانب لگائی جاسکتی ہیں: اپنی ذہنی اور روحانی نشوونما کی ذمہ داری خود اپنے ہاتھ میں لینا اور سماج کی کایا پلٹ میں اعانت کرنا۔ ہمارے مقصد کے یہ دو پہلو باہم مربوط ہیں۔ جب ہم اپنی صلاحیتوں کی نشوونما کرتے ہیں تو ہم دوسروں کی بہتر طور پر خدمت کرنے کے قابل ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے ہم فرد کی حیثیت سے ترقی کرتے ہیں اور جو صفات ہم میں موجود ہیں انہیں تقویت پہنچاتے ہیں۔

یہیں خدمت کے راستے کا تصور جس کا میں نے پہلے ذکر کیا تھا سامنے آتا ہے۔ اس پر چلنا محض ایک نئ چیز نہیں ہے جو ہم اپنی زندگیوں میں شامل کرلیں، بلکہ ہم جو کچھ بھی کرتے ہیں یہ اُسے معنی بخشتا ہے۔ سماج کی خدمت ہمیں ہماری تعلیم کے مقصد کو بہتر سمجھنے میں، مستقبل کے بارے میں اپنے خیالات کو واضح کرنے میں، اپنے خاندانوں کی فلاح وبہبود میں شراکت کے لئے ضروری صلاحیتوں کو پرورش دینے میں مدد کرتی ہے۔ یہ ہماری دوستیوں کو مستحکم کرتی ہے۔ یہ ہمیں بے مقصد امور پر اپنی توانائیاں زائل کرنے سے بچاتی ہے۔

اپنی روحانی اور ذہنی نشوونما کے بارے میں سوچتے ہوئے ہمیں ان کئی قوتوں سے آگاہ ہونا چاہیئے جو ہم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ جیسے علم، انصاف اور محبت کی قوتیں ہمیں صحیح سمت میں حرکت دیتی ہیں اور ہمیں خود کو ان کے ساتھ ہم آہنگ کرنا سیکھنا چاہیئے۔ دوسری جیسے مادیت پرستی اور خود پسندی کی قوتیں اس کے برعکس عمل کرتی ہیں اور ہمیں ان کی مزاحمت کرنی چاہیئے۔ ہمیں کمال کے حصول کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ ہماری کاوشیں تائیدات الہیہ سے نوازی جائیں گی۔

اسی طرح سماج کی کایا پلٹ یعنی ایک تشدد، غربت اور مصائب سے بھری دنیا کو ایک امن، خوشحالی اور ہم آہنگی کی دنیا میں تبدیل کرنے میں اپنی شراکت کے بارے میں سوچتے ہوئے ہمیں مادی اور روحانی پیشرفت دونوں پر غور کرنا چاہیئے۔ اگر روحانی پیشرفت نہ کریں تو تمام لوگوں کے لئے مادی پیشرفت کا حصول ممکن نہیں ہوگا۔ صرف اگر یہ دونوں ساتھ ساتھ چلیں تو ہی دنیا کی اصلاح ہو سکے گی۔ ایک اور اقتباس بھی ہے جو میں نے حفظ کیا ہے: ''مادی تہذیب ایک چراغ کی مانند ہے جبکہ روحانی تہذیب اس چراغ کی روشنی ہے۔ اگر مادی اور روحانی تہذیبیں متحد ہو جائیں تو ہمارے پاس روشنی اور چراغ دونوں ہونگے اور کامل نتیجہ نکلے گا۔''

جیسے جیسے ہم خدمت کی راہ پر گامزن ہوتے ہیں ہم افراد کے گروپوں، خاص طور پر بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ کام کرنا اورانہیں علم، مہارتیں اور روحانی خوبیاں حاصل کرنے میں مدد دینا سیکھتے ہیں۔ہم اپنے سماجوں کے اتحاد پر توجہ دینا بھی سیکھتے ہیں۔افراد، خاندان اور تنظیمیں جوسماج کی ترقی میں حصہ ڈالنے کے خواہاں ہیں کو ہمکاری کرنی چاہیئے۔انہیں ایک مشترکہ نظریہ اور مقصد قائم کرنا چاہیئے اور تنازعہ کے رستوں کو پیچھے چھوڑ دینا چاہیئے۔

پس یہ لازم ہے کہ بطور جوان ہم دوسروں کے ساتھ ہم آہنگ بین العمل پیدا کرنے کی عادت پروان چڑھائیں۔ضروری ہے کہ ہم دوست بنیں: جو کام ہم کرتے ہیں اس میں ایک دوسرے کی ہمراہی کریں، ایک دوسرے کی شراکت کو قبول کریں، ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی اور حمایت کریں، ایک دوسرے کی قوتوں کو دیکھیں، ایک دوسرے سے مفید مشورے لیں اور دیں اور ایک دوسرے کی کامیابیوں میں مسرور ہوں۔ خدمت کی راہ پر چلنے کے لئے ہمیں مل کر عمل کرنا، اپنی سرگرمیوں پر غور وفکر کرنا، مشورت اور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

پچھلی چند دہائیوں کے دوران بہائی جامعہ نے عملی طور پر دنیا کے ہر ملک میں ایک خاص قسم کا سکھلائی کا ادارہ قائم کرنے میں کامیابی حاصل کرلی ہے۔یہ ادارے، جنہیں ہم انسٹیٹیوٹس کے نام سے جانتے ہیں، ایسے کورسز پیش کرتے ہیں جو سماج کی خدمت کے لئے ہماری صلاحیتوں کو مستحکم کرتے ہیں۔ہم ان کورسز کا مطالعہ کرکے وہ مطلوبہ روحانی بصیرتیں اور عملی مہارتیں حاصل کرتے ہیں جو خدمت کی راہ پر مل کر آگے بڑھنے کے لئے ضروری ہیں۔جیسے جیسے ہم ان کے ذریعے آگے بڑھتے ہیں، پیچیدہ خدمات انجام دینے کی ہماری صلاحیت تیزی سے بڑھتی ہے۔اس پورے راستے میں ہم سے زیادہ تجربہ کار لوگ ہماری ہمراہی کرتے ہیں اور وقت آنے پر ہم فطری طور پر کم تجربہ کار دوستوں کی ہمراہی کرنے لگتے ہیں۔آغاز سے ہی ہم سب انفرادی اور اجتماعی کایا پلٹ کے فعال حامی ہیں اور اپنی سکھلائی اور سماج کی خدمت کرنے کی ذمہ داری شوق و جذبے سے اٹھاتے ہیں۔

''فعال حامی ہونے'' کا مطلب پُرفکر اقدام کرنے کا ارادہ رکھنا، اپنی کوششوں میں مستقل مزاج ہونا، ہر قدم پر علم حاصل کرنا اور اس کا اطلاق کرنا ہے۔ایک فعال حامی محض فوائد کا ایک غیر فعال وصول کنندہ نہیں ہوتا ہے بلکہ پیشرفت کا ایک سرگرم شراکت کار ہوتا ہے۔ایک فعال حامی بننے کے لئے ایک شخص کو تخلیقی اور منظم اقدام کرنا سیکھنا ہوگا۔انسٹیٹیوٹ کے کورس سماج سازی کے عمل کا فعال حامی بننے میں ہماری صلاحیت کو بڑھانے میں مدد کرتے ہیں۔

ہمیں مذکورہ بالا پیراگرافوں میں تصورات پر غور وفکر کرنے کے لئے کچھ دیر رُکنا چاہیئے۔جیسا کہ اس حصہ کے آغاز میں بتایا گیا ہے کہ الیھاندرا صرف ایک کے بعد دوسرا تصور پیش نہیں کرے گی بلکہ یہ یقینی بنائے گی کہ بیاتریس کو ان کے بارے میں سوچنے اور گفتگو میں حصہ لینے کا کافی موقع ملے۔اپنے گروپ میں ہر پیراگراف پر گفتگو کرنے اور تصورات کا خوب اچھی طرح اظہار کرنا سیکھنے کے بعد آپ اس بات پر غور کرنا چاہیں گے کہ آیا گفتگو اس نقطے تک پہنچ چکی ہے کہ الیھاندرا روحی انسٹیٹیوٹ کے کچھ کورسز کے بارے میں چند الفاظ شیئر کرنے اور بیاتریس کو کتاب 1 کے مطالعہ کی دعوت دینے میں پُراعتماد ہوگی۔ نیچے لکھیں کہ اگر آپ اس کی جگہ ہوتے تو آپ کیا کہتے؟ آپ کتاب 1 اور 2 اور ان میں مطلوبہ خدمت کے اعمال کے بارے میں کس طرح بیان کریں گے؟ اگلی کتابوں میں خدمت کے اعمال کا ایک مختصر حوالہ، خاص طور پر بچوں کی روحانی تعلیم وتربیت کی کلاسوں اور اینی میٹر کی حیثیت سے جونیئر یوتھ گروپ کی رہنمائی کرنا بلاشبہ بیاتریس کو ایک نظریہ حاصل کرنے میں مدد دے گا کہ وہ مستقبل میں کونسی خدمت انجام دے سکتی ہے۔آپ کے گروپ کا ٹیوٹر آپ کو ان خدمت کے دو اعمال پر چند ایسے جملے لکھنے میں مدد کرسکتا ہے جس طرح الیھاندرا بیاتریس کو کتاب 1 کے مطالعہ کی دعوت دیتے ہوئے کہے گی۔

____

حصہ 11:

الیھا ندرا کی جناب اور بیگم سانچیز کے گھر اگلی ملاقات سے قبل دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ اس دوران بیاتریس ایک زوردار مہم میں شرکت کر کے کتاب 1 کے پہلے دو یونٹ مکمل کرنے کے قابل ہوئی۔ اب وہ پانچ دوستوں کے ایک گروپ کے ساتھ تیسرے یونٹ سے گزر رہی ہے جو محلے ہی میں ہفتے میں دو بار ملتے ہیں۔ الیھا ندرا سوچتی ہے کہ جناب سانچیز کے گھرانے سے دعا کے موضوع پر گفتگو کرنے کا یہ ایک موقع ہے اور وہ بیاتریس سے پوچھتی ہے کہ آیا وہ اس کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ آپ نے خود کتاب 1 کے دوسرے یونٹ کا مطالعہ کیا ہے لہذا اس ملاقات میں الیھا ندرا اور بیاتریس کے احاطہ کردہ مواد کو یہاں آپ کے لئے خلاصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یونٹ کا جائزہ لینے کے بعد آپ ان مرکزی نکات کو بیان کرنے کے قابل ہوں گے جنہیں آپ اس موضوع پر گفتگو میں مخاطب کرنے کی کوشش کریں گے۔ ذیل میں آپ کے لئے اپنے خیالات لکھنے کے لئے جگہ دی گئی ہے۔

حصہ 12:

الیھا ندرا کا جناب سانچیز کے گھرانے سے ملاقاتوں کا سلسلہ آنے والے چند ہفتوں تک جاری رہتا ہے اور انہیں متعدد موضوعات پر گفتگو کے مواقع ملتے ہیں جو دعا کی اہمیت پر غور وفکر کے دوران فطری طور پر سامنے آتے ہیں مثلاً روح کی زندگی، روحانی صفات کی نشوونما، خدا کے قوانین اور احکامات کی اطاعت اور اُس کی محبت میں ثابت قدمی۔ ایک موقع پر وہ نظمِ اداری کے اداروں خاص طور پر محافل روحانی محلی اور ملیّ کے بارے میں مختصر سی گفتگو کرتے ہیں۔ ہمیں بعد میں ہونے والی ہر ایک ملاقات کے مواد پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم دو ایسے سوالات ہیں جو اکثر اس قسم کی گفتگوؤں کے سلسلے میں شرکاء کے درمیان اٹھتے ہیں۔ پہلا سماج کی جانب سے منعقد کردہ جلسات کی نوعیت اور دوسرا مالی وسائل سے متعلق ہیں۔ ہم جلسات کے موضوع کو خاص کر انیس روزہ ضیافت کو اس حصے میں لیتے ہیں اور مالی معاملات کے سوال کو اگلے حصے میں دیکھیں گے۔

چنانچہ درج ذیل نکات انیس روزہ ضیافت کے مرکزی خیال کے موضوع پر گفتگو کی بنیاد بن سکتے ہیں:

- بہائی سماج میں کئی مقاصد کے لئے اجتماعات منعقد کئے جاتے ہیں۔ مثلاً دعا مناجات، مطالعہ، خصوصی موقعوں کو منانا، سماجی امور اور معاشرے کی خدمت پر مشورت، عملی منصوبوں پر گفتگو۔ حضرت بہآءاللہ درج ذیل وعدہ دیتے ہیں:

''میری زندگی اور میرے امر کی قسم! احبائے الٰہی جس مکان میں بھی داخل ہوں گے اور جہاں سے ان کی حمد وثناء کی آواز بلند ہوگی

اس کے گرد مخلصین کی ارواح اور مقرّب فرشتے طواف کریں گے۔'' (23)

- کلامِ الٰہی کو اجتماعات میں دوستوں کے درمیان سننا دلوں میں خوشی لاتا ہے اور اتحاد کے بندھن کو قوی کرتا ہے۔ حضرت بہآءاللہ نصیحت فرماتے ہیں:

'' احبائے الٰہی خواہ کسی بھی سرزمین پر رہتے ہوں ان پر فرض ہے کہ وہ جلسات میں جمع ہوں اور ان میں حکمت اور فصاحت سے بیان کریں اور آیات الٰہی کو پڑھیں: کیونکہ یہ کلام الٰہی ہی ہے جو محبت کی آگ پیدا کرتا ہے اور اسے روشن رکھتا ہے۔'' (24)

حضرت عبدالبہآء تحریر فرماتے ہیں:

''جلسات منعقد کرو اور تعلیمات الٰہیہ کو پڑھو اور ان کی تلاوت کرو، تا کہ وہ ملک نورِ حقیقت سے روشن ہو جائے اور وہ زمین روح القدس کی قوت سے فردوسِ برین بن جائے، کیونکہ یہ دور مالک جلال کا دور ہے اور وحدتِ عالمِ انسانی کا نغمہ شرق وغرب کے کانوں تک پہنچ رہا ہے۔'' (25)

- تمام بہائی جلسات میں انیس روزہ ضیافت کا ذکر خاص اہمیت رکھتا ہے۔ بہائی تقویم میں انیس مہینے اور ہر مہینے کے انیس دن ہیں اور ہر علاقے میں بہائی مہینے میں ایک بار اس اجلاس کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں جیسا کہ خود حضرت بہآءاللہ نے حکم دیا ہے:

''یقیناً تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ ہر مہینے ایک مرتبہ ضیافت دیا کرو اگرچہ صرف پانی ہی پیش کیا جائے کیونکہ اللہ چاہتا ہے کہ قلوب میں الفت پیدا کرے اگرچہ وہ زمینی اور آسمانی دونوں سبب سے ہوں۔'' (26)

- انیس روزہ ضیافت کے تین حصے ہوتے ہیں۔ پہلا حصہ دعائیہ ہوتا ہے جس میں دعائیں کی تلاوت کی جاتی ہے اور آثارِ مقدسہ سے بیانات پڑھے جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ اداری ہوتا ہے جس کے دوران سماج کے امور پر مشورت کی جاتی ہے۔ تیسرا حصہ معاشرتی ہوتا ہے۔

- انیس روزہ ضیافت کی اہمیت کی ایک جھلک ہمیں حضرت عبدالبہآء کے درج ذیل بیان مبارکہ سے ملتی ہے:

''اے جمالِ قدم کے وفادار خادمو! ہر کور اور دور میں ضیافت مقبول اور محبوب رہی ہے اور خدا کے عاشقوں کے لئے دستر خوان لگانے کو ایک قابلِ ستائش عمل سمجھا گیا ہے۔ خاص کر آج کے دن، اس بے مثال دور اور اس فیاض ترین زمانے میں اس بات کی بہت تعریف کی گئی ہے کیونکہ اسے یقیناً ان اجتماعات میں شمار کیا جاتا ہے جو خدا کی عبادت اور اس کی شان بلند کرنے کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں۔ اپنی ذات سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہاں آیات مقدسہ تلاوت کی جاتی ہیں، آسمانی قصیدے اور حمد لحن سے پڑھے جاتے ہیں اور قلوب تازہ کئے جاتے ہیں اور بیخود ہو جاتے ہیں۔'' (27)

- ضیافت کے اداری حصے کے دوران احباب دور ونزدیک کے بہائی سماجوں کی سرگرمیوں کی رپورٹیں سنتے ہیں، خود اپنے سماج کے امری اموراور معاشرتی بھلائی کے لئے اپنی شراکت پرمشورت کرتے ہیں، بیت العدل اعظم الٰہی کی جانب سے حاصل ہونے والی رہنمائی سے آشنا ہوتے ہیں، اپنے منصوبوں کی پیشرفت پرغور وفکر کرتے ہیں اور امراللہ کے اداروں کو اپنی تجاویز پیش کرتے ہیں۔ انیس روزہ ضیافت میں ہونے والی مشورت بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس مشورت کے ذریعے ہرفرد عالمی بہائی سماج کے امور میں شرکت کرسکتا ہے۔

- ضیافت کا معاشرتی حصہ الفت ومحبت اور مہمان نوازی کے لئے ہوتا ہے۔ موسیقی بجائی جاسکتی ہے، روح پرور تقریریں کی جاسکتی ہیں، بچے اپنا پروگرام پیش کرسکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ضیافت کے اس حصے کو مزیّن کرنے کے لئے تہذیب وثقافت سے احتیاط کے ساتھ منتخب اظہارات جو بیک وقت باوقار اور پُرمسرت ہوں استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

- انیس روزہ ضیافت بہائی نظم اداری کی ایک اہم خصوصیت ہے۔ یہ سماجی زندگی کے تینوں پہلو یعنی روحانی، اداری اور معاشرتی کو یکجا کرتی ہے۔ ضیافت کے ان تینوں پہلوؤں پر یکساں توجہ دی جانی چاہیئے کیونکہ ضیافت کی کامیابی کا دارومدار تینوں ترکیبی پہلوؤں کے درمیان درست توازن پر ہے۔ اگست 1989ء کے ایک پیام میں بیت العدل اعظم الٰہی میں فرماتے ہیں:

''حضرت بہآء اللہ کا عالمی نظام انسانی معاشرے کی تمام اکائیوں کو اپنے احاطے میں لیتا ہے۔ زندگی کے روحانی، اداری اور معاشرتی عوامل کو آپس میں ضم کرتا ہے اور انسانی اظہار کے مختلف پہلوؤں کو ایک نئی تہذیب کی تعمیر کی طرف موڑتا ہے۔ انیس روزہ ضیافت ان تمام پہلوؤں کو معاشرے کی بالکل بنیادی سطح پر احاطہ کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو گاؤں، قصبے اور شہر کی سطح پر کام کرتا ہے اور سب بہائی اس کے ممبر ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد اتحاد کی ترویج، ترقی کی ضمانت اور خوشی ومسرت کی نشوونما ہے۔'' (28)

- انیس روزہ ضیافت کی طرح کی ایک اہم تقریب کو عجلت میں منظم نہیں کیا جاسکتا۔ ضروری ہے کہ ہرفرد دعاومناجات اور غور وفکر کے ذریعہ ضیافت کے لئے خود کو روحانی طور پر تیار کرے اور اس تقریب کے دوران سب کو اس میں دل وجان اور روح وریحان کے ساتھ شرکت کرنی چاہیئے۔ خواہ وہ روحانی حصے میں کسی اقتباس کی تلاوت کررہے ہوں یا محض آثار مبارکہ کی تلاوت کو سن رہے ہوں، خواہ وہ رپورٹیں پیش کررہے ہوں، ہدایات وصول کررہے ہوں یا تجاویز پیش کررہے ہوں؛ خواہ ضیافت کی میزبانی کررہے ہوں یا محض میزبان کی مہمان نوازی سے سرور وروح وریحان سے لطف اندوز ہورہے ہوں۔ انیس روزہ ضیافت کے بارے میں مذکورہ بالا خط میں بیت العدل اعظم الٰہی فرماتے ہیں:

'' ضیافت کی تیاری کے اہم پہلوؤں میں تلاوت کے لئے مناسب مناجات اور اقتباسات کا انتخاب، خوش الحانی سے تلاوت کرنے والوں کی پیشگی نامزدگی اور دعائیہ پروگرام پیش کرتے ہوئے اور سماعت کرتے ہوئے ادب واحترام کا خیال رکھنا شامل ہے۔ اسی طرح جس ماحول میں ضیافت منعقد کی جارہی ہے، خواہ یہ چاردیواری کے اندر ہو یا کسی کھلے مقام پر، اس کی طرف توجہ دینا بڑی حد تک تاثیر رکھتا ہے۔ صفائی، ضیافت کے لئے مخصوص جگہ کا مناسب بندوبست اور اس کی سجاوٹ بھی بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ وقت

کی پابندی بھی مناسب تیاری کا پیمانہ ہے۔

''ضیافت کی کامیابی کا بڑی حد تک انحصار فرد کی تیاری اور شرکت کے معیار پر ہے۔ سرکار آقا اس بارے میں یہ نصیحت فرماتے ہیں:'' تم انیس روزہ ضیافت کے اجتماعات کو انتہائی اہمیت دو تا کہ ان موقعوں پر احبائے الٰہی اور اماءالرحمٰن ملکوت الٰہی کی طرف متوجہ ہوں، مناجات تلاوت کریں، خدا کی مدد طلب کریں اور ایک دوسرے کی محبت میں منجذب ہو جائیں اور پاکیزگی و تقدّس، تقویٰ الٰہی اور نفس و ہویٰ کی مزاحمت کرنے میں ترقی پائیں۔ اس طرح وہ اس عالمِ عنصری سے خود کو علیحدہ کریں گے اور روحانی احساسات سے سرشار ہو سکیں گے۔'' (29)

ہمیشہ کی طرح ہی آپ کو چاہئے کہ اوپر بیان گئے خیالات کا اپنے گروپ میں بار بار احتیاط کے ساتھ مطالعہ کریں تا کہ انہیں آپ انہیں آسانی سے بیان کرنا سیکھیں۔ درج ذیل مشقیں انیس روزہ ضیافت کی اہمیت میں مزید بصیرت حاصل کرنے میں آپ کی مدد فراہم کریں گی:

1۔ حضرت بہآءاللہ ہمیں کس بات کی یقین دہانی کراتے ہیں کہ جس مکان میں ہم پروردگار کی حمد و ثنا کے لئے جمع ہوتے ہیں اس کی کیا خصوصیت ہوگی؟______________________________

____

2۔ دوسرے اقتباس میں حضرت بہآءاللہ ہم سے فرماتے ہیں کہ جب ہم جلسات میں جمع ہوں تو ہمیں چاہیئے کہ __________ اور ________________ سے بیان کریں اور ________________ کو پڑھیں؛ کیونکہ یہ کلام الٰہی ہی ہے جو ________________ اور ________________۔

3۔ اوپر دیئے گئے تیسرے اقتباس میں حضرت عبدالبہآء ہمیں نصیحت فرماتے ہیں کہ جلسات منعقد کریں اور تعلیمات الٰہیہ کو پڑھیں اور تلاوت کریں تا کہ

- وہ ملک جس میں ہم رہتے ہیں ________________________ ہو جائے۔
- وہ زمین جس میں ہم رہائش کرتے ہیں ________________________ بن جائے۔

4۔ بہائی تقویم میں کتنے مہینے ہوتے ہیں؟______________________________

5۔ ہر مہینے میں کتنے دن ہوتے ہیں؟______________________________

6۔ مہینے میں ایک بار بہائیوں کے مابین کون سا خصوصی اجتماع ہوتا ہے؟______________________________

7۔ انیس روزہ ضیافت کے تین حصے کیا ہیں؟

8۔ کیا انیس روزہ ضیافت کے حصوں کو کسی خاص ترتیب سے انجام دیا جاتا ہے؟

9۔ ضیافت کے دعائیہ حصے کا کیا مقصد ہوتا ہے؟

10۔ ضیافت کے اداری حصے کا کیا مقصد ہوتا ہے؟

11۔ ضیافت کے معاشرتی حصے کا کیا مقصد ہوتا ہے؟

12۔ درج ذیل موضوعات میں کن کن پر ضیافت کے اداری حصے میں مشورت کرنا مناسب ہوگا۔

______ سماجی اقدامات کے لئے مالی ضروریات

______ قومی فٹ بال ٹیم کا اسکور

______ سماج کے دو اعضاء کے درمیان اختلاف کے حل پر گفتگو

______ سماج میں بہائی بچوں کی کلاسوں کی پیشرفت

______ آثارِ مبارکہ سے کسی ایسے اقتباس کے مطلب پر گفتگو جسے کوئی بہائی گزشتہ دنوں پڑھ رہا تھا

______ سماج میں جونیئر یوتھ پروگرام کا متحرک ہونا

______ جوانان کے لئے مقامی سطح پر کھلنے والے روزگار کے مواقع

______ وہ امداد جو سماج ایسے جونیئر یوتھ گروپس کو فراہم کر سکے جن کے خدماتی منصوبے پیچیدہ ہو گئے ہیں

______ انسٹیٹوٹ کے جاری کردہ تعلیمی پروگراموں میں شرکت کرنے والے نوجوانوں اور بچوں کے والدین سے ملاقاتیں

______ سماج کے دعائیہ کردار کو مستحکم کرنا

______ ٹیلی ویژن پر نشر ہونے والے پروگرام کا شیڈیول

______ سٹڈی سرکلوں میں ایک خوشگوار اور منظم ماحول پیدا کرنے کے بارے میں حاصل کی گئی بصیرت

______ آنے والے ایامِ متبرکہ کا جشن

______ سماج سازی کے پراسس سے ابھرنے والے سماجی عمل کے اقدامات

13۔ اپنے گروپ میں اس سوال پر گفتگو کریں: ضیافت کے تینوں حصوں کے درمیان توازن ہونا کیوں ضروری ہے؟

14۔ اب درج ذیل دو سوالات پر گفتگو کریں:

الف۔ اگر آپ کو ضیافت کی میزبانی کرنا ہو تو آپ اس کے لئے کس طرح تیاری کریں گے؟

ب۔ اگر آپ کو محض ضیافت میں شریک ہونا ہو تو آپ اس کے لئے کس طرح تیاری کریں گے؟

حصہ 13:

دوسرا سوال جو اکثر امراللہ کے بارے میں گفتگو کے درمیان پیدا ہوتا ہے کہ بہائی سماج کس طرح اپنی مالی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ یہاں کچھ نکات ہیں جو آپ کو اس طرح کے سوالات کے جواب دینے میں مدد دے سکتے ہیں:

- بہائی سماج اپنی مادی ضروریات کی دیکھ بھال کے لئے جو آلہ کار استعمال کرتا ہے وہ بہائی فنڈ ہے۔ اس کا انتظام مختلف سطحوں پر امراللہ کے

اداروں کے ذریعے کیا جاتا ہے: مقامی، ملی، براعظمی اور بین الاقوامی۔ بہائی یقین رکھتے ہیں کہ انہیں امراللہ کوفروغ دینے کی کوششوں کے اخراجات خود برداشت کرنا چاہیئے اورلہذ فنڈ میں عطیات صرف بہائی سماج کے اعضاء ہی دے سکتے ہیں۔

- فنڈ میں عطیہ دیناایک رضا کارانہ عمل ہے۔ یہ ایک راز کی بات ہے یعنی ہر بہائی کا عطیہ اس کے اور بہائی اداروں کے درمیان کا معاملہ ہے۔عطیہ دینے والوں کے نام اور ان کی جانب سے دی گئی مقدار کا اعلان نہیں کیا جاتا۔عطیہ دینے کے لئے سماج کے کسی عضو پر زور نہیں ڈالا جاتا۔ ادارے سماج سے عمومی اپیلیں کرتے ہیں،فنڈ زکی اہمیت کی یادآوری کرواتے ہیں اوراس کے تقاضوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔اکثر یہ ہوسکتا ہے کہ ایک سماج فنڈ میں عطیہ دینے کے لئے خود اپنا ایک ہدف مقرر کرے۔لیکن افراد کے لئے عطیہ کی مقدار معین نہیں کی جاتی اورعطیہ کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ یہ بات ہرفرد پر چھوڑ دی جاتی ہے کہ وہ خود متعلقہ اصولوں کی اپنی سمجھ کے مطابق فیصلہ کرے کہ فنڈ میں کتنا عطیہ دینا ہے۔

- ہم جس تہذیب وتمدن کی تعمیر کر رہے ہیں وہ مادی اور روحانی دونوں طرح سے خوشحال تہذیب ہوگی۔ دولت صرف اسی صورت میں قابلِ قبول ہوگی جب مخصوص شرائط کی پابندی کی جائے گی۔ہم پر لازم ہے کہ ایمانداری کے ساتھ کام کر کے اسے حاصل کریں۔ہم پر یہ بھی لازم ہے کہ اسے انسانیت کی فلاح وبہبود پر خرچ کریں۔ اور پورا سماج خوشحال ہونا چاہیئے۔ یہ قابلِ قبول نہیں کہ محض چند لوگوں کے پاس دولت کا انبار لگا ہو اورلوگوں کی اکثریت اپنی بنیادی ضروریاتِ زندگی سے بھی محروم ہو۔حضرت بہآءاللہ ہمیں بتاتے ہیں:

''سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جوکسی پیشہ کے ذریعہ روزی حاصل کرتے ہیں۔ اور محض خدائے رب العالمین کی محبت کے لئے اپنے آپ پراوراپنے رشتہ داروں پرصَرف کرتے ہیں۔'' (30)

''۔۔۔تمہیں چاہیئے کہ نئے نئے اچھے پھل دو تا کہ تم خود اور دوسرے لوگ بھی فائدہ اٹھائیں۔لہذا سب پر واجب ہے کہ دستکاریوں اور پیشوں میں مشغول ہوں کیونکہ ثروت کے اسباب یہی ہیں۔اے صاحبانِ عقل! ''(31)

اورحضرت عبدالبہآء وضاحت فرماتے ہیں:

''دولت بےحد قابلِ تحسین ہے اگر پوری آبادی دولت مند ہو۔ البتہ اگر چند کے پاس غیر محدود دولت ہو جبکہ باقی مفلسی کا شکار ہوں اور یہ دولت بےثمر یا بےفائدہ ہوتو یہ صرف مالک کے لئے ایک کھلا خسارہ ہے۔'' (32)

- ناانصافی اور بدبختی سے پاک معاشرے کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ ہم فیاض اور دینے والے بنیں۔ ہمارے مالی وسائل خواہ نا ہونے کے برابر ہوں تب بھی ہم پر لازم ہے کہ نسلِ انسانی کی ترقی کے لئے کچھ نہ کچھ اعانت کریں۔ کیونکہ حقیقی خوشحالی صرف اورصرف دینے سے حاصل ہوسکتی ہے۔فیاضی انسانی روح کی ایک خوبی ہےاوراس کا ہمارے مادی حالات سے کوئی لینا دینا نہیں۔کلماتِ مکنونہ میں حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں:

''سخاوت اور بخشش میری صفات ہیں۔ مبارک ہے وہ انسان جومیری صفات کے زیور سے خودکوآراستہ کرتا ہے۔''(33)

- ہمیں یادرکھنا چاہیئے کہ ہمارے پاس جوکچھ بھی ہے ہماری پوری دولت کا حقیقی منبع خداوندِ کریم ہے۔ وہ ہمیں ہماری زندگی کے لئے سب وسائل

فراہم کرتا ہے، وہ ہمارے لئے ترقی کو ممکن بناتا ہے۔ اور جب ہم فنڈ میں عطیہ دیتے ہیں تو درحقیقت ہم اسی کے دیئے ہوئے مال میں سے کچھ امراللہ کے لئے خرچ کر رہے ہوتے ہیں۔ چنانچہ بہائیوں کے لئے عطیہ پیش کرنا نہ صرف ایک سخاوت کا عمل ہے بلکہ یہ ایک روحانی سعادت بھی ہے اور ایک بہت بڑی انفرادی ذمہ داری بھی۔ حضرت ولی امراللہ ہمیں صلاح دیتے ہیں:

''ہمیں فوارے یا چشمے کی مانند ہونا چاہیئے جو مسلسل اپنی ہر چیز سے خود کو خالی کر رہا ہے اور مسلسل ایک اَن دیکھے منبع سے دوبارہ بھر رہا ہے۔ غربت کے خوف سے قطع نظر اور تمام دولت کے ماخذ اور تمام بھلائی کے بے لاگ فضل پر انحصار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی بھلائی کے لئے مستقل دیتے رہنا، یہی درست زندگی بسر کرنے کا راز ہے۔'' (34)

آپ کو اس سلسلے کے آنے والے ایک کورس میں، جس میں مادی وسائل کے موضوع کو مخاطب کیا گیا ہے، گہرائی سے چند تصورات پر غور کرنے کا موقع ملے گا۔ اس وقت آپ کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے کہ ہمیشہ کی طرح آپ مندرجہ بالا مواد کے ایک ایک نکتہ پر تبادلہ خیال کریں اور درج ذیل مشقوں کو حل کریں تا کہ آپ ان تصورات کو فطری انداز میں آسانی کے ساتھ بیان کرنا سیکھ لیں۔

1۔ اقتباسات کی بنیاد پر درج ذیل خالی جگہوں کو پُر کریں:

الف۔ حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں چاہیئے کہ کسی پیشہ کے ذریعہ ________ حاصل کریں۔ اور ________________________ ________________________ پر صرف کریں۔

ب۔ ہمیں چاہیئے کہ ____________ اور ____________ پھل دیں۔ تا کہ ہم خود اور دوسرے ______________________ ______________________________۔

ج۔ ہم میں سے ہر ایک کو ______________ اور ______________ میں ______________ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ____________ کے ____________ یہی ہیں۔

د۔ حضرت عبدالبہآء وضاحت فرماتے ہیں کہ دولت ____________ ہے اگر ________________________ دولت مند ہو۔

ہ۔ اگر ____________ کے پاس غیر محدود ____________ ہو جبکہ ________________________ ہوں اور یہ ________________________ ہو تو یہ صرف ____________ کے لئے ایک ____________ ہے۔

و۔ حضرت بہآءاللہ فرماتے ہیں، ________________ اور ________________ میری صفات ہیں۔ مبارک ہے وہ انسان جو میری ____________ سے خود کو ____________ کرتا ہے۔

ز۔ اور حضرت ولی امر اللہ ہماری حوصلہ افزائی فرماتے ہیں کہ ہمیں __________ یا __________ کی طرح ہونا چاہئے جو مسلسل اپنی ہر چیز سے __________ اور مسلسل __________ __________۔

ح۔ __________ اور __________ پر انحصار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کی __________ کے لئے مستقل __________، یہی درست زندگی بسر کرنے کا راز ہے۔

2۔ مندرجہ بالا پیشکش میں تصورات کے تسلسل کو تحریر کریں:

____
____
____
____
____
____
____
____
____
____
____
____
____

حصہ 14:

ان گفتگوؤں کی اقسام کے بارے میں بصیرت حاصل کرنے کے لئے جو سرگرمی سے سرشار کسی گاؤں یا محلے میں تہہ کشا ہوتی ہیں، ہم نے ایک جوان یونیورسٹی کی طالب علم الیھا ندرا کی کوششوں کا جائزہ لیا۔ کئی ہفتوں پر محیط ملاقاتوں کے ایک سلسلے کے دوران اس نے جناب اور بیگم سانچیز کے ساتھ

متعدد موضوعات پر تبادلہ خیال کیا ہے، ایسے موضوعات جو وہ امید کرتی ہے کہ امراللہ کے بارے میں اُن کے علم کو مزید گہرا کریں گے اور ان تعلیمات سے اُن کے عہد کو مستحکم کریں گے جنہیں انہوں نے قبول کیا ہے۔ آخر کار جناب سانچیز کی پوتی بیاتریس کے منظر میں آنے سے ہم ایک اور طرح کی گفتگو کا جائزہ لینے کے قابل ہوئے جو دو جوانوں کے درمیان ہے اور دونوں یہ سیکھنے کی خواہاں ہیں کہ وہ اپنے سماجوں کی خدمت کیسے کر سکتی ہیں۔ اس روداد میں آگے بڑھتے ہوئے اور مشقیں حل کرتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ متعلقہ موضوعات کے بڑھتے ہوئے علم کے ساتھ ساتھ چند مخصوص روحانی خوبیوں، روّیوں اور مہارتوں کی ضرورت ہے تاکہ جن گفتگوؤں پر ہم غور کر رہے ہیں وہ پائیدار ہو سکیں۔

اس حصے اور اگلے حصہ میں ہم موضوعات کی ایک مختلف قسم کے بارے میں سیکھیں گے یعنی وہ موضوعات جو عموماً اُن خاندانوں سے ملاقات کے دوران گفتگو میں سامنے آتے ہیں جن کے بچے اور نوجوان انسٹیٹیوٹ کی جانب سے پیش کردہ تعلیمی پروگراموں میں شرکت کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ہی بتایا گیا ہے، بچوں کے لئے کلاسیں پڑھانا اور بطور اینی میٹر ایک جونیئر یوتھ گروپ کی رہنمائی کرنا خدمت کے کام ہیں جن کو آنے والے کورسوں میں کتاب 3 اور 5 میں بالترتیب مخاطب کیا گیا ہے۔ شاید آپ ان دونوں پروگراموں سے آشنا ہیں یا نہیں ہیں جو اس بات پر منحصر ہے کہ آپ نے خود کم عمری میں ان میں حصہ لیا تھا۔

آیئے سب سے پہلے اس مواد پر نظر ڈالیں جو اکثر نوجوانوں کے اہلِ خانہ کے ساتھ جاری گفتگو کی بنیاد بناتا ہے۔ ہم تصور کریں گے کہ ہم نے جہاں کہانی چھوڑی تھی تب سے کچھ وقت گزر چکا ہے اور اب بیاتریس کتاب 2 کا مطالعہ کر رہی ہے۔ الیھا ندرا اپنی دوست سے پوچھتی ہے کہ کیا وہ اس کے ساتھ اُن متعدد نوجوانوں کے خاندانوں سے ملاقات کے لئے جانا چاہے گی جو اُس کی مدد سے ایک گروپ قائم کرنے جا رہے ہیں۔ وہ شوق سے راضی ہو جاتی ہے۔

الیھا ندرا نے بیاتریس کو واضح کیا کہ وہ کیا تصور کر رہی ہے۔ وہ اسے آگاہ کرتی ہے،"ہم ہر ملاقات کا آغاز والدین کو اس پروگرام سے متعارف کرواتے ہوئے کریں گے جس میں ان کے بیٹے یا بیٹی نے شامل ہونے میں دلچسپی ظاہر کی ہے اور یہ ذکر کریں گے کہ یہ محلہ میں سماج سازی کے عمل کو آگے بڑھانے کا حصہ ہے۔ اس کے بعد ہم ان کے ساتھ پروگرام کے مرکزی تصورات اور خیالات کا جائزہ لیں گے۔ یہ ملاقاتوں کے سلسلے کی پہلی ملاقات ہو گی اور ہماری امید ہے کہ وقت کے ساتھ جیسے جیسے گفتگو آگے بڑھے گی تو یہ خاندان نہ صرف مختلف طریقوں سے اس گروپ کی بھرپور مدد کرے گا بلکہ سماج میں نوجوانوں کی روحانی بااختیاری کو ترویج دینے والا بن جائے گا۔"

الیھا ندرا اور بیاتریس کچھ ایسے نکات پر گفتگو کرتی ہیں جو وہ ہر خاندان کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ ان خیالات کو لکھنے کا فیصلہ کرتی ہیں جن کو وہ اہم سمجھتی ہیں اور وہ یہ جانتی ہیں کہ پہلی ملاقات میں صرف چند نکات کا احاطہ کریں گی اور باقی نکات کو بعد میں ہونے والی گفتگوؤں میں مخاطب کریں گی۔ یہ وہ نکات ہیں جو وہ نوجوانوں کی امکانی قوتوں کے بارے میں شمار کرتے ہیں:

- کسی فرد کی زندگی میں 12 اور 15 سال کی عمر کے درمیان تین سال ایک فیصلہ کُن مدت ہے یعنی بچپن سے بلوغت تک ایک عبوری مرحلہ۔

- ہم اکثر اس عمر کے نوجوانوں کو"جونیئر یوتھ" کہتے ہیں۔ وہ اب بچے نہیں رہے لیکن ابھی تک کاملاً جوان نہیں ہوئے ہیں۔

- بدقسمتی سے نوجوانوں کی ایک غلط تصویر موجود ہے جسے وسیع پیمانے پر پھیلایا جاتا ہے اور ان کو جذباتی، باغی، اپنی ذات میں محو اور مستقل بحران کا شکار بیان کیا جاتا ہے۔ تاہم ہم انہیں ایک مختلف نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ زندگی کے اس مختصر عرصے کے دوران ہم سب تیز رفتار جسمانی، جذباتی اور ذہنی تبدیلیوں سے گزرتے ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ اس کے نتیجے میں ہم کچھ سرکشی دِکھا سکتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ عرصہ عظیم قوت کا

حامل اور نہایت امید افزا ہے۔

- ہم خود بھی کچھ عرصہ قبل نو جوان تھے اور ہمیں یاد ہے کہ ہم ان تبدیلیوں سے کس طرح متاثر ہوئے تھے۔ کبھی باہمت ہوتے تھے اور کبھی بزدل۔ کبھی کبھی ہم بہت ملنسار ہو جاتے تھے اور دوسرے اوقات میں بہت شرمیلے۔ ہم اکثر تنہا رہنے کی خواہش کا اظہار کیا کرتے جبکہ دل میں توجہ حاصل کرنے کی امید کرتے تھے۔ ہم یہ سمجھنا چاہتے تھے کہ ہم کن چیزوں میں اچھے ہیں اور ہمارے پاس کونسی قابلیتیں اور صلاحیتیں موجود ہیں۔ اور یہ ہمارے لئے اہمیت کا حامل ہے کہ دوسرے لوگ ہمیں کس طرح دیکھتے ہیں اور وہ ہمارے خیالات کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔
- جو چیز سمجھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح کا روّیہ عارضی ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی میں ان سالوں کے دوران کچھ ذہنی قوتیں تیزی سے ترقی کرتی ہیں۔ ہم وجود کے متعلق بنیادی سوالات کے جوابات تلاش کرنا شروع کرتے ہیں۔ ہمارے اردگرد جو کچھ ہو رہا ہوتا ہے ہم اسکا تجزیہ کرتے ہیں اور اکثر جو کچھ ہمیں سکھایا گیا ہے اس پر سوال اُٹھاتے ہیں۔ اور پہلے کی طرح ہم اپنے بڑوں کی بات پر خودبخود عمل کرنے کے لئے اس قدر مائل نہیں ہوتے، خاص طور پر جب ہم ان کے قول اور فعل میں تضاد دیکھتے ہیں۔

- اگر نوجوانوں کو مدد کی جانی ہے کہ وہ اپنی ان اُبھرتی ہوئی قوتوں کو باثمر انداز میں کام میں لائیں، تو لازمی ہے کہ ان کے ساتھ بچوں کی طرح کا سلوک کرنے سے گریز کیا جائے۔ حضرت عبدالبہآء نے اس دور کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

'' کچھ عرصہ بعد وہ جوانی کے دور میں داخل ہوتا ہے جس میں اس کے گزشتہ حالات اور احتیاجات پر نئے تقاضے چھا جاتے ہیں جو درجے میں اس کی پیشرفت کے لئے لازم ہوتے ہیں۔ اس کے مشاہدہ کے شعبے وسیع اور عمیق ہو جاتے ہیں، اس کی فکری صلاحیتیں تربیت پاتی اور بیدار کی جاتی ہیں، بچپن کی حدود و قیود اور اس کا ماحول اب مزید اس کی قوتوں اور کامیابیوں کو روک نہیں سکتے۔'' (35)

- بیت العدل اعظمِ الٰہی، امرِ بہائی کا اعلیٰ ترین انتظامی ادارہ، اس طریقہ کار کے بارے میں جو نوجوانوں کے ساتھ کام کرنے کے لئے ہم نے اپنایا ہے اس طرح فرماتے ہیں:

'' عام طور پر جہاں دنیاوی رجحانات میں اس عمر کی تصویرکشی مسائل میں دوچار، جسمانی اور جذباتی تبدیلی کے ہیجان کے کرب میں کھوئے ہوئے اور بے حس اور خودغرض کے طور پر کی جاتی ہے، وہاں بہائی سماج اُن کے لئے جو کلمات استعمال کرتا ہے اور اُن کی تربیت کے لئے جو طریقے استعمال کرتا ہے وہ فیصلہ کن انداز میں اِس منفی سوچ کے برعکس مخالف سمت میں آگے بڑھ رہا ہے۔ بہائی سماج نوجوانوں میں خلق کی بہبودی کا جذبہ، عدل کا ایک اعلیٰ احساس، کائنات کے بارے میں جاننے کا شوق اور ایک بہتر دنیا کی تعمیر میں اعانت کرنے کی آرزو دیکھتا ہے۔'' (36)

الیھا اندرا اور بیا تریس نے اس کے بعد اپنی توجہ روحانی طور پر بااختیار کرنے کے پروگرام کی طرف موڑی اور اس کی کچھ خصوصیات کی نشاندہی کی

کوشش کی:

- وہ جو 12 سے 15 سال کی عمر کے درمیان ہیں دوستوں کے ایک ایسے گروپ کے مشتاق ہیں جن کے ساتھ وہ اپنے خیالات بانٹ سکیں، منصوبوں پر کام کر سکیں، کھیل سکیں اور اسی قسم کی دیگر سرگرمیاں کر سکیں۔ اس وجہ سے یہ پروگرام ایک ''نوجوانوں کے گروپ'' کے تصور پر مبنی ہے۔ ہر گروپ کی رہنمائی ایک ''اینی میٹر'' کرتا ہے جو اکثر ان سے نسبتاً بڑی عمر کا جوان ہوتا ہے اور جو ایک حقیقی دوست کی حیثیت سے گروپ کے اعضاء کی صلاحیتوں کو بڑھانے میں مدد کرتا ہے۔

- گروپ باقاعدگی سے ملتے ہیں۔ اپنے جلسات میں نوجوان گہرے تصورات کی کھوج لگاتے ہیں اور نکتہ چینی اور تضحیک کے خوف کے بغیر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ بغور سنیں، بولیں، غور وفکر کریں، تجزیہ کریں، فیصلے کریں اور ان پر عمل کریں۔

- ہم ایک ایسے وقت میں جی رہے ہیں جب بہت ساری منفی قوتیں نوجوانوں کے سوچنے اور برتاؤ کرنے کے انداز کو متاثر کرتی ہیں۔ اینی میٹر ان قوتوں کا مقابلہ کرنے میں ان کی مدد کرتے ہیں یعنی نہ صرف خود کو سماج کے اخلاقی زوال سے بچا سکیں بلکہ دنیا کی بہتری کے لئے کام کریں۔

- یہ پروگرام انسانی روح کی باطنی قوتوں کی نشوونما کرنے کی سعی کرتا ہے، ایسی قوتیں جو نوجوانی کے ابتدائی دور میں بڑھتے ہوئے درجات پر ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ خاص طور پر اہم سوچ اور اظہار کی قوتیں ہیں۔ نوجوانوں کو اپنے اندر ایسی زبان کی پرورش کرنی چاہیئے جو دنیا کے بارے میں عمیق خیالات کا اظہار کرنے اور واضح طور پر بیان کرنے کے لئے کہ وہ دنیا کو کس طرح تبدیل ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں ضروری ہے۔

- نوجوان بامقصد زندگی کے بنیادی تصورات کے معنی پر غور کرنے کے مشتاق ہیں۔ خوشی، امید، اور کمال چند مثالیں ہیں۔ افسوس کہ لوگ ان خیالات کے بارے میں سطحی طریقوں سے بات کرتے ہیں۔ اس طرح کے تصورات کی گہری تفہیم حاصل کرنا، یہ جاننا کہ روزمرہ کی زندگی میں ان کا اظہار کیسے ہوتا ہے، جوان ذہنوں کو ایک عمدہ اخلاقی ڈھانچہ کی تعمیر اور سماج کی منفی قوتوں کا مقابلہ کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

- تصورات کی سمجھ ذہنی پیشرفت کے لئے ضروری ہے۔ نوجوانوں کو بعض اوقات اسکول میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ بنیادی تصورات کو سمجھنے کے لئے خاطر خواہ مدد کے بغیر ان سے مختلف مضامین پر بہت ساری معلومات سیکھنے کی توقع کی جاتی ہے۔ یہ پروگرام انہیں اخلاقی، ریاضیاتی، سائنسی اور اسی طرح کے دیگر موضوعات کے بارے میں گہرائی سے سوچنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ اور اس سے اسکول میں ان کی کارکردگی میں مستقل بہتری آتی ہے۔

- نوجوان چیزوں کو سمجھنے کی بڑی آرزو رکھتے ہیں۔ وہ اردگرد ہونے والے واقعات کی وجوہات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ کامیاب ہونے کے لئے ان کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اپنی جسمانی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہوں بلکہ چشمِ روحانی سے بھی دیکھ سکیں۔ پس اس پروگرام کا ایک اہم مقصد روحانی بصیرتوں کو بڑھانا ہے یعنی روحانی قوتوں کو پہچاننے اور درپیش حالات میں روحانی اصولوں کی نشاندہی کرنے کی قابلیت۔

- یہ پروگرام اپنے مختلف مقاصد یعنی اخلاقیات، روحانی بصیرت، اور اظہار کی قوتوں کی نشوونما کو درسی مواد کے ایک سلسلے کی مدد سے حاصل کرتا ہے۔ یہ درسی مواد دنیا کے مختلف حصوں سے نوجوانوں کی زندگیوں کی سادہ کہانیوں پر مشتمل ہے۔ اس مواد کا مِل کر مطالعہ کرنے، ان کے متن پر تبادلہ خیال کرنے اور مطلوبہ مشقیں مکمل کرنے کے علاوہ نوجوان کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں اور فنون اور دستکاری سیکھتے ہیں۔

- اینی میٹروں کی مدد سے گروپ خدمت کے پروجیکٹوں کا ایک سلسلہ تیار کرتے اور انجام دیتے ہیں جو اس پروگرام کا ایک اہم جز وہے۔ ان

پروجیکٹوں کے ذریعےنوجوان سماج اوراس کی ضروریات کے بارے میں سوچنا،مشورہ کرنا،آپس میں اور سماج میں دوسروں کے ساتھ ہمکاری کرنا سیکھتے ہیں۔

- درسی مواد میں مختلف موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہےاور ہر ایک ایسے موضوع پر مرکوز ہے جونوجوانوں کو روحانی طور پر بااختیارکرنے کے لئےضروری ہے۔مثال کےطور پر پہلا درسی مواد''تائید'' کےموضوع کوپیش کرتا ہےیعنی کہ خداان کوششوں کی تائیدکرتا ہے جوہم عظیم اہداف کےحصول کے لیےکرتے ہیں۔ایک اورمواد ''امید'' کے بارے میں ہےیعنی مشکل ترین حالات کے باوجودبھی ہمیں مستقبل کی جانب امید کےساتھ کس طرح دیکھنا چاہیئے۔ایک اورمواد''کمال'' کےتصورکا تجزیہ کرتا ہے۔ایک اورکہانی کاعنوان''خوشی'' ہےجبکہ''لفظ کی قوت''ایک اور مواد میں غوروفکر کا موضوع ہے ۔ ریاضی کے تصورات کومخاطب کرنے والے موادوں میں سے ایک منظم ذہن کی عادات کو دریافت کرتا ہے۔سائنس کےمیدان میں ایک موادایسا ہے جوجسمانی،ذہنی اورروحانی صحت کاخیال رکھنے پرتوجہ مرکوزکرتا ہے۔اورمزیدتقریباًبارہ اورمواد موجودہیں جوتین سالوں کےدوران نوجوان پڑھتے ہیں۔

الیھا ندرااور بیاتریس نے طےکیا کہ اپنے ساتھ چندمتعلقہ کتابیں لے جائیں تا کہ اگروالدین چاہیں توان پرایک نظرڈال لیں۔اگرآپ درسی مواد سےبخوبی واقف نہیں ہیں توآپ کے لئے مددگار ہوگا کہ کچھ وقت لگا کرجس قدرممکن ہوکہانیوں کا مطالعہ کرلیں۔اس سےآپ سماج میں تہہ کشامتنوع گفتگوکوبہترطور پرآگے بڑھانے کے قابل ہوجائیں گے۔اسی دوران آپکی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ اپنے سٹڈی گروپ کےدیگرشرکاءکےساتھ مذکورہ بالا خیالات پر پوری طرح تبادلہ خیال کریں جن پر کتاب 5 میں زیادہ گہرائی سےتوجہ دی گئی ہے۔اگراُس کتاب کےمطالعہ کے بعدآپ نےکسی نوجوانوں کےگروپ کےاینی میٹرکی حیثیت سےعمل کرنے کافیصلہ کریں توآپ منظم انداز میں گروپ کےشرکاءکےخاندانوں سے ملاقات کریں گے اوران کےساتھ ان تصورات اوراسی طرح کے دیگرتصورات کی کھوج لگائیں گے۔لیکن اب بھی بیاتریس کی طرح آپ چاہ سکتے ہیں کہ اپنےسماج میں نوجوانوں کےاہل خانہ کےساتھ کچھ تجربہ کارلوگوں کےہمراہ ملاقات کریں۔

حصہ15:

اگلے دن الیھا ندراا اور بیاتریس نے تین نوجوانوں کے گھر ملاقاتیں کیں جو محلے میں تشکیل پانے والے نئے گروپ میں شامل ہونگے۔ بیاتریس اس جوش وجذبہ کودیکھ کرخوش ہے جووالدین میں روحانی بااختیاری کے پروگرام کے بارے میں گفتگو کےدوران نظرآتا ہے۔دوپہر کےآخرتک وہ قائل ہوگئی کہ نوجوانوں کےگروپ کے ساتھالیھا ندراا کی مددکرے گی اورامید کرتی ہے کہ سال کےدوران خودایک نئے گروپ کے اینی میٹرکی حیثیت سے خدمت کرنا سیکھےگی۔البتہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اسےاس دوران انسٹیٹیوٹ کی چند کتابیں مکمل کرنی ہیں۔لیکن وہ اسی مستحکم رفتار سےان کےمطالعے میں آگے بڑھنے کے لئے پُرعزم ہےجواسے یہاں تک لےآئی ہے۔

پس اس طرح الیھا ندرا کی مسلسل مدداورحوصلہ افزائی سے بیاتریس خدمت کی راہ پرگامزن ہوجاتی ہے۔ چنانچہ آیئے ہم دوبارہ اس کی کہانی کو چند ماہ بعد سےجاری رکھتے ہیں جب وہ کتاب 3 مکمل کرنے ہی والی ہے۔اس کےسٹڈی سرکل کےٹیوٹرنے ماریبل سے جوبچوں کی کلاس کی معلم ہے، سےگزارش کی کہ وہ بیاتریس اوراسکے ساتھی شرکاءکواپنے ساتھ گریڈ 1 کی ایک نوتشکیل شدہ کلاس کے بچوں کے والدین سے ملاقات میں باری باری ہمراہی کی دعوت دے۔ بیاتریس سمجھتی ہے کہ اس نے کتاب 3 کے مطالعہ سے بہت کچھ سیکھا ہے۔اوروہ الیھا ندرا کے چند بارذکرکرنے سے جانتی ہے کہ اس کتاب سے حاصل شدہ بصیرتیں بطوراینی میٹرخدمت کرنے کی اس کی صلاحیت کوبڑھائیں گی۔

جب وہ ملتے ہیں تو ماریبل بیاتریس کو بتاتی ہے کہ وہ ایما کی والدہ سے ملاقات کرنے جائیں گے۔ میریبل بتاتی ہے کہ ''وہ ایک خوش مزاج چھوٹی سی بچی ہے جو سیکھنے کا شوق رکھتی ہے۔'' میں نے ان کے والدین سے پہلے بھی ایک بار ملاقات کرچکی ہوں اورانہیں بہائی بچوں کی کلاس کی نوعیت کی وضاحت کی۔ انہوں نے ایما کو شرکت کرنے کی خوشی سے اجازت دے دی۔ اس کی والدہ نے کلاس کے بارے میں مزید سننے میں دلچسپی کا اظہار کیا تو میں نے وعدہ کیا کہ دوبارہ آکر اس مواد کے اساسی تعلیمی نظریات کے بارے میں کچھ بات کریں گے جو ہم سکھاتے ہیں۔ دراصل میں نے خود اپنے لئے کچھ نکات درج کئے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو ہم مل کرانہیں ایک نظر دیکھ سکتے ہیں اوران پر گفتگو کرسکتے ہیں۔'' بیاتریس اس سے اتفاق کرتی ہے۔ یہ وہ نکات ہیں جن پر وہ تبادلہ خیال کرتی ہیں:

- سب سے پہلے میں بیگم مارٹینیز کو بتاؤں گی کہ ایما کے کلاس میں ہونے سے میں کتنی خوشی ہوں اوراس کی چند قابلِ تعریف خصوصیات کا ذکر کروں گی۔

- یہ مناسب لگتا ہے کہ حضرت بہآءاللہ کے آثارِ مبارکہ سے اس اقتباس کو پڑھ کر بات چیت کا آغاز کریں:

''تم انسان کو ایک کان سمجھو جو بیش قیمت جواہرات سے بھری پڑی ہے۔ صرف تعلیم وتربیت ہی اسے اس قابل بنا سکتی ہے کہ وہ اپنے خزائن ظاہر کرے اور نوعِ بشر کو اس قابل بنائے گی کہ وہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔'' (37)

- اس کے بعد میں اس بارے میں کچھ خیالات شیئر کرسکتی ہوں کہ بطور ایک معلم اس بیان نے مجھے کتنا متاثر کیا ہے۔ میں کہوں گی کہ جب بھی میں کلاس میں موجود بچوں کی طرف دیکھتی ہوں اورانہیں انمول جواہرات سے بھری ہوئی کانوں کی طرح سمجھتی ہوں تو میرا دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک ملکوتی صفات ظاہر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں ایسی قابلیتیں ہیں جنہیں دریافت کرکے نشوونما دی جاسکتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک بڑے ہوکر سماج کا ایک قیمتی رکن بن سکتا ہے اور دنیا کی بہتری میں حصہ ڈال سکتا ہے۔

- پھر مجھے شاید ان جواہرات کی کچھ مثالیں دینی چاہییں جنہیں تعلیم وتربیت کو ہر بچے میں ظاہر کرنے کی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ میں ذہن کی کچھ قوتوں کا تذکرہ کرسکتی ہوں مثلاً فطرت کے قوانین کو دریافت کرنا، خوبصورت فن پارے تخلیق کرنا اور نیک خیالات کا اظہار کرنا۔ میں یہ بھی وضاحت کروں گی کہ بچے اسی وقت ان تمام قوتوں کو خود میں نشوونما دے سکتے ہیں جب انہیں مناسب تعلیم وتربیت ملتی ہے۔ لیکن ایسا ہونے کے لئے انہیں کم عمری ہی میں کچھ خاص صفات حاصل کرنا ہوں گی۔ مثال کے طور پر انہیں توجہ دینا، ضرورت پڑنے پر سخت محنت کرنا، اور جو کچھ کر رہے ہیں اس پر توجہ مرکوز رکھنا سیکھنا ہوگا۔ انہیں بڑے ہوکر ایسے افراد بننا چاہیئے جو دوسروں کی بھلائی کے بارے میں فکرمند ہیں اور جو سماج کی خدمت کرنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے کم عمری ہی میں ان کے کردار کی نشوونما پر توجہ دینا انتہائی اہم ہے۔

- تب یہ ایک اچھا موقع ہوگا کہ بیگم مارٹینیز سے انکے خیالات پوچھیں کہ وہ اپنی بیٹی کو کیسا انسان بنتا دیکھنا چاہتی ہیں؟ کردار کی وہ کیا خصوصیات ہیں جو اُن کے خیال میں ایما میں ہونا ضروری ہیں؟

- جن صفات کا وہ ذکر کریں گی ان میں چند یقیناً روحانی صفات کے زمرے میں آئیں گے جو وہ اگلا موضوع ہوگا جسے میں متعارف کرواں گی۔ میں

کہوں گی کہ چند ایسی خصوصیات ہیں جو انسان میں ہونی چاہیئں اور جو انسانی وجود کے لئے بنیادی ہیں۔ وہ انسان کی روح سے تعلق رکھتی ہیں۔ جب ہم اپنے دلوں کے آئینہ کو چمکاتے ہیں کہ یہ خدا کی صفات کی عکاسی کر سکیں تب ہم ان خصوصیات کی نشوونما کر رہے ہوتے ہیں۔ ان کو ہم روحانی خوبیوں کہتے ہیں اور ہم جو اسباق گریڈ 1 کی اپنی کلاسوں میں پڑھاتے ہیں وہ زیادہ تر انہی خوبیوں پر مرکوز ہیں۔

- میں سوچتی ہوں کہ آخر میں کتاب 3 میں گریڈ 1 کے اسباق میں مخاطب کی گئی چند روحانی خوبیوں کو گنواؤں اور ان سے متعلقہ اقتباسات پیش کروں۔ میں یہ بھی بتاؤں گی کہ ایما ان اقتباسات کو حفظ کرے گی اور وہ اپنی بیٹی سے کہہ سکتی ہیں کہ ان اقتباسات اور نیز دعاؤں کو جو وہ زبانی یاد کرے گی تلاوت کر کے سُنائے۔

- محبت:

''اے دوست! اپنے دل کے باغ میں محبت کے پھولوں کے سوا اور کچھ نہ بو۔'' (38)

- انصاف:

''انصاف کی راہ پر چلو کیونکہ یقیناً یہی سیدھی راہ ہے'' (39)

- سچائی:

''سچائی تمام انسانی خوبیوں کی بنیاد ہے۔'' (40)

- خوشی:

'' اے فرزندِ انسان! اپنے دلی سرور سے مسرور ہو۔ تا کہ تو میری ملاقات کے قابل ہو جائے اور میرے جمال کو منعکس کر سکے۔'' (41)

ماریبل اور بیاتریس نے فیصلہ کیا کہ درج بالا نظریات ایک ملاقات کے لئے کافی ہیں۔ آپ خود بھی جلد کتاب 3 کے مطالعہ کی جانب بڑھیں گے اور آپ کو چند اصولوں پر غور کرنے کا موقع ملے گا جو بچوں کی روحانی تعلیم و تربیت کے لئے روحی انسٹیٹیوٹ کے چھ سالہ پروگرام کو شکل دیتے ہیں۔ اگر اس سے پہلے آپ کو بچوں کی کلاس کے معلم کے ساتھ چند والدین سے ملاقات کرنے کا موقع ملتا ہے تو جو نظریات یہاں دیئے گئے ہیں وہ آپ کے لئے مددگار ثابت ہونگے۔ آپ کو اب ایک ایک کر کے اپنے سٹڈی گروپ میں ان نکات پر تبادلہ خیال کرنا چاہیئے۔

حصہ 16:

ہم نے حضرت عبدالبہآء کے ان کلمات کو پہلے پڑھا تھا: ''لوگوں کے درمیان رفاقت اور یک جہتی کے بندھن جس قدر مضبوط ہوں گے، تمام انسانی فعالیت کے میدان میں ہونے والی تعمیریت اور کامیابیوں کی قوت اسی قدر عظیم ہوگی۔'' بیت العدل اعظم الٰہی ہمیں بتاتے ہیں کہ دوسروں کے

گھروں پر ملاقاتوں کے لئے جانے اور اپنے گھروں پر دوسروں کو دعوت دینے سے ہم ''روحانی دوستی کے بندھنوں کو مستحکم کر رہے ہیں جو سماجی ہم وابستگی کے احساس کو پروان چڑھا رہا ہے۔'' پس ہمیں اپنے ترقی کرتے ہوئے سماج کی ثقافت پر اس عملی اقدام کے اثر کو کم تر نہیں سمجھنا چاہیئے۔

پچھلے حصوں میں ہم نے کئی متفرق اور متنوع گفتگوؤں کو دیکھا ہے جو ایک دوسرے کے گھروں پر ملاقاتوں کے دوران کی جا سکتی ہیں۔ ہم سب جوں جوں خدمت کی راہ پر چلیں گے تو اپنے گاؤں، شہر یا محلہ میں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں پر حضرت بہآءاللہ کی تعلیمات کے اطلاقات کے بارے میں ایک توسیع پذیر گفتگو میں حصہ لیں گے۔ بعض اوقات یہ گفتگوئیں رسمی ملاقاتوں کے ایک سلسلے کے ذریعے تہہ کشا ہوں گی جو بڑھتی ہوئی تعداد میں نفوس کو اس قابل بننے کے لئے کہ وہ ان تعلیمات میں اپنے علم کو گہرا کر سکیں منظم کی جائیں گی۔ متعدد دیگر مواقع پر انسٹیٹیوٹ کے تعلیمی پروگرام، ان کے مقاصد اور مواد بات چیت کا موضوع رہیں گے۔ سماج سازی کے عمل میں شامل ہونے کی دعوت کو زیادہ سے زیادہ دوستوں اور پڑوسیوں کو دی جائے گا۔ جیسے جیسے آپ مستقبل کی جانب اور خدمت کے اس راستے کی طرف دیکھتے ہیں جو آپ کے سامنے پھیلا ہوا ہے تو آپ کو چاہیئے کہ اس یونٹ میں پیش کئے گئے مواد کو اچھی طرح سے سیکھنے کی ہر ممکن کوشش کریں اور ہر موضوع پر گفتگو کرنے کا تجربہ حاصل کریں اور یقیناً حضرت بہآءاللہ کی تعلیمات سے متعلق اپنے علم کو مزید عمیق کرنا جاری رکھیں۔ اس طرح کلامِ الٰہی کو دوسروں کے سامنے پیش کرنے کے نتیجے میں یہ کبھی بھی ختم نہ ہونے والی خوشی آپ کو میسر ہوگی۔